سائنسی سوشلزم کی لائبریری

مارکس

سرمائے کی ابتدا

-ائنسی سوشلزم کی لائبریری

سرمائے کی ابتدا

Karl Marx

دنیا کے مزدورو، ایک ہوجاؤ!

مارکس

سرمائے کی ابتدا

دارالاشاعت ترقی
ماسکو

ترجمہ: امیر اللہ خاں

یہ کتاب کارل مارکس کے "سرمائے"
کی جلد اول کے آٹھویں باب پر مشتمل ہے۔

سوویت یونین میں شائع شدہ

M $\frac{10101-1103}{014(01)-75}$ 718—75

فہرست

صفحہ

زمانۂ قدیم کی جمع کا راز

ہم دیکھ چکے ہیں کہ زرنقد کس طرح سرمائے میں تبدیل ہو جاتا ہے، کس طرح سرمائے کے وسیلے سے قدر زائد پیدا ہوتی ہے اور قدرزائد سے مزید سرمایہ۔ لیکن سرمائے کی جمع قدرزائد میں مضمر ہوتی ہے، فاضل قدر سرمایہ‌دارانہ پیداوار میں مضمر ہوتی ہے، سرمایہ‌دارانہ پیداوار اشیائے تجارت پیدا کرنے‌والوں کے ہاتھوں میں قابل لحاظ مقدار میں سرمائے اور قوت محنت کی پہلے سے موجودگی میں مضمر۔ اس لئے پوری نقل و حرکت ایک لامتناہی چکر میں گردش کرتی معلوم ہوتی ہے، جس میں سے ہم سرمایہ‌دارانہ جمع سے پہلے ''زمانۂ قدیم کی،، جمع (آدم اسمتھ کی ''سابقہ جمع،،) کو مان کر ہی باہر نکل سکتے ہیں، وہ جمع جو سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کا نقطۂ آغاز ہے۔

سیاسی معاشیات میں زمانۂ قدیم کی یہ جمع وہی حصہ ادا کرتی ہے جو دینیات میں گناہ آدم — حضرت آدم نے سیب کھایا اور پھر اس کے باعث نوع انسانی عذاب میں مبتلا ہوئی۔ جب اسے حکایت ماضی کی طرح بیان کیا جاتا ہے تو گویا اس کی آفرینش کی وضاحت کردی جاتی ہے۔ اس زمانے میں جو مدتوں ہوئے گزر چکا ہے، دو وضع کے لوگ ہوا کرتے تھے: ایک تو محنتی، ذہین اور سب سے بڑھ کر کفایت شعار چیدہ چیدہ لوگ، دوسرے کاہل بدمعاش، اپنی خوراک صرف کر دینے‌والے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عیش و عشرت کی زندگی پر صرف کرنے‌والے۔ دینیاتی گناہ آدم کی حکایت ہمیں قطعی واضح کرتی ہے کہ کس طرح

انسان کو اپنی روٹی خون پسینہ ایک کر کے حاصل کرنے کے
عذاب میں مبتلا ہونا پڑا، لیکن معاشی گناہ آدم کی تاریخ ہم پر
یہ بھید کھولتی ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے لئے یہ کسی
طرح لازم نہیں۔ خیر چھوڑئیے اسے! چنانچہ اس طرح یہ قرار پایا
کہ اول الذکر قسم کے لوگوں نے دولت جمع کرلی اور موخرالذکر
قسم‌والوں کے پاس آخرکار سوائے خود اپنی کھال فروخت کرنے
کے اور کچھ بھی نہ بچا۔ اور اس گناہ آدم سے اس غالب اکثریت
کی مفلسی کا آغاز ہوتا ہے جس کے پاس، اپنی تمام‌تر محنت‌کشی
کے باوجود، اب تلک سوائے اپنے آپ کو فروخت کرنے کے اور
کچھ نہیں ہے، اور معدودے چند کی دولت متواتر بڑھتی رہتی
ہے حالانکہ مدت ہوئی وہ کام کرنا ترک کرچکے ہیں۔ ان
بےلطف بچکانی باتوں کا وعظ ہمیں املاک کی صفائی میں روزانہ
سنایا جاتا ہے۔ موسیو تیئر کو مثلاً اتنا اعتماد تھا کہ انہوں
نے ایک سیاستداں کی پوری سنجیدگی کے ساتھ فرانسیسی عوام کے
سامنے، جو کہ ایک زمانے میں نہایت ہی روحانیت پسند تھے،
دوہرایا۔ لیکن جیسے ہی املاک کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے
ویسے ہی شیرخوار بچے کی ذہنی غذا کو ہر عمر کے لوگوں
کےلئے اور ارتقا کی تمام منزلوں کےلئے موزوں قرار دینا مقدس
فرض بن جاتا ہے۔ اصل تواریخ میں نام نکلا ہوا ہے کہ ملک‌گیری،
غلام‌گیری، ڈکیتی، قتل، مختصر یہ کہ جبر کا بڑا حصہ ہوتا
ہے۔ سیاسی معاشیات کے نازک وقائع میں یہ دلکش منظر اس
وقت سے چھایا ہوا ہے جب سے کہ یادداشت یاوری کرتی
ہے۔ حق اور ''محنت'' یوم ازل سے دولتمند بننے کا واحد وسیلہ
ہیں، ''سال رواں،، بلاشبہ اسی سے مستثنا ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت
زمانۂ‌قدیم کی جمع کے طریقے اور کچھ ہوں مگر دلکش نہیں۔
بذات خود زر اور اشیائے تجارت ذرائع پیداوار اور معاش
سے زیادہ سرمایہ نہیں ہوتے۔ وہ سرمایے میں بدل جانے کے خواہش‌مند
ہوتے ہیں۔ مگر خود یہ تغیر و تبدل صرف بعض حالات کے تحت
ہی ہوسکتا ہے جو اسی کے اندر مرکوز ہوتے ہیں یعنی اشیائے
تجارت کے ان دونوں نہایت ہی مختلف وضع کے مالکان کا ایک
دوسرے کے آمنے سامنے ہونا اور تعلق میں آنا لازمی ہے، ایک

طرف تو مالکانِ زر، ذرائع پیداوار، ذرائع معاش، جو ان قدروں کا جو ان کی سلکیت میں ہیں، میزان کل دوسرے لوگوں کی قوت محنت خرید کر، بڑھانے کے شوقین ہیں، دوسری طرف آزاد محنت کش، خود اپنی قوت محنت فروخت کرنے والے، اور اس لئے محنت فروش۔ آزاد محنت کش دوھرے معنوں میں یعنی یہ کہ نہ تو وہ خود ذرائع پیداوار کا جزو ہوتے ہیں، جیسے کہ غلاموں، زرخریدوں وغیرہ کی کیفیت ہوتی ہے، نہ ذرائع پیداوار ان کے پاس ہوتے ہیں، جیسے کہ صاحب املاک کسان، اس لئے وہ خود اپنے کسی وضع کے بھی ذرائع پیداوار سے، ان کے بار سے آزاد ہوتے ہیں۔ اشیائے تجارت کے لئے منڈی کے اس طرح دو مخالف مرکزوں میں بٹ جانے سے سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی بنیادی شرائط پیدا ہوجاتی ہیں۔ سرمایہ‌دارانہ نظام کی اولین شرط ان ذرائع کی ساری املاک سے محنت کشوں کی قطعی علیحدگی ہے جن سے وہ اپنی محنت کا صلہ وصول کر سکتے ہیں۔ جیسے ہی سرمایہ‌دارانہ پیداوار خود اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاتی ہے، وہ نہ صرف اس علیحدگی کو برقرار رکھتی ہے بلکہ روزافزوں وسیع پیمانے پر اس کو بڑھاتی رہتی ہے۔ اس لئے وہ عمل جو سرمایہ‌دارانہ نظام کے لئے راستہ صاف کرتا ہے، اس عمل کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا جو محنت کش سے اس کے ذرائع پیداوار کا قبضہ چھین لیتا ہے، وہ عمل جو ایک طرف تو سماجی ذرائع پیداوار اور ذرائع معاش کو سرمائے میں تبدیل کردیتا ہے، دوسری طرف براہ‌راست پیداوار حاصل کرنے‌والوں کو اجرت پر کام کرنے‌والے محنت کشوں میں۔ اس لئے نام‌نہاد زمانۂ قدیم کی جمع، پیداوار حاصل کرنے‌والے کو ذرائع پیداوار سے الگ کرنے کے تواریخی عمل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ یہ زمانۂ قدیم کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ سرمائے کے قبل تواریخی مرحلے کی اور اس سے مطابقت رکھنے‌والی طرز پیداوار کی تشکیل کرتی ہے۔

سرمایہ‌دارانہ سماج کی معاشی ترتیب و ترکیب جاگیردارانہ سماج کی معاشی ترتیب و ترکیب سے عود کرکے آئی ہے۔ موخرالذکر کے تحلیل ہونے سے اول‌الذکر کے عناصر آزاد ہو جاتے ہیں۔

براہ‌راست پیداوار حاصل کرنے والا، محنت کش، جب زمین سے بے تعلق ہو گیا اور کسی دوسرے کا غلام، زرخرید کسان یا حلقہ بگوش نہیں رہ گیا تو وہ خود اپنے آپ کو ہی فروخت کرسکا۔ قوت محنت کو آزادانہ فروخت کرنے والا بننے کے لئے جو اپنا مال جہاں منڈی ملے لیجائے، اس کو ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں کی پابندیوں سے، شاگردوں اور کاریگروں کے متعلق ان کے قواعد و ضوابط سے اور محنت کے ضوابط کے بارے میں ان کی بندشوں سے بھی مزید نجات حاصل کرنی پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے وہ تواریخی تحریک جو پیداوار حاصل کرنے والوں کو اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں میں تبدیل کر دیتی ہے ایک طرف تو زرخرید کسان کے زمرے سے اور ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں کی بیڑیوں سے ان کی نجات معلوم ہوتی ہے، اور ہمارے بورژوا تاریخدانوں کے لئے صرف یہی حصہ عالم وجود میں ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ نوآزاد لوگ اپنے آپ کو فروخت کرنے والے صرف اسی وقت بنے جبکہ اپنے تمام ذرائع پیداوار سے اور پرانے جاگیردارانہ انتظامات نے انہیں زندگی بسر کرنے کی جو ضمانتیں دی تھیں ان سے ان کو محروم کر دیا گیا۔ اور ان کی اس بے دخلی کی تاریخ نوع انسانی کے اخبار میں آتش و لہو کے حروف میں لکھی ہے۔

صنعتی سرمایہ‌داروں، ان نئے سلطانوں کو اپنی باری میں نہ صرف دستکاریوں کی ہم‌پیشہ انجمنوں کے کارخانہ داروں کو بلکہ جاگیرداروں کو بھی جو دولت کے سرچشموں کے مالک تھے، جگہ سے ہٹانا تھا۔ اس اعتبار سے سماجی اختیار حاصل کرنے میں ان کی فتح جاگیردارانہ حکمرانی اور اس کی نفرت انگیز مراعات کے اور ہم‌پیشہ انجمنوں اور پیداوار کی آزادانہ نشو و نما اور ترقی پر ان کی عائد کی ہوئی پابندیوں اور انسان کے ہاتھوں انسان کے آزادانہ استحصال دونوں ہی کے خلاف فاتحانہ جدوجہد معلوم ہوتی ہے۔ لیکن صنعتی سورما ان واقعات سے فائدہ اٹھا کر جن سے وہ خود پوری طرح ناآشنا تھے، تلوار کے دھنیوں کو اکھاڑ کر ان کی جگہ خود محض جم جانے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے ویسے ہی ذلیل وسائل سے بلند مقام حاصل کیا ہے جیسے کہ

روما کے غلام نے جسے جب آزاد کردیا گیا تو ایک زمانے میں اپنے ہی سرپرستوں کا خود کو آقا بنا لیا تھا۔

اس تغیر کا نقطۂ آغاز جس نے اجرتی محنت کش کو نیز سرمایہ‌دار کو جنم دیا، محنت کش کی غلامی تھی۔ پیش‌قدمی اس غلامی کی شکل میں تبدیلی پر، جاگیردارانہ استحصال کے سرمایہ‌دارانہ استحصال میں تبدیل ہو جانے پر مشتمل تھی۔ اس کی پیش‌قدمی کو سمجھنے کے لئے ہمیں بہت زیادہ پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی پہلی شروعات ہمیں چودھویں یا پندرھویں صدی جیسے ابتدائی زمانے میں کہیں کہیں بحیرۂ‌روم کے بعض شہروں میں مل جاتی ہیں لیکن سرمایہ‌دارانہ دور کا آغاز سولھویں صدی سے ہوتا ہے۔ جہاں کہیں بھی یہ نمودار ہوتا ہے وہاں زرخرید کسانوں کا زمانہ ایک عرصہ پہلے ختم ہوچکا ہوتا ہے اور قرون وسطی کی افضل ترین تبدیلی، خودمختار شہروں کے وجود کا ایک عرصہ پہلے زوال شروع ہو چکا ہوتا ہے۔

زمانۂ قدیم کی جمع کی تاریخ میں وہ تمام انقلابات عصر آفریں ہوتے ہیں جو زیر تشکیل سرمایہ‌دارانہ طبقے کے لئے بیرم کا کام دیتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ وہ لمحے جبکہ لوگوں کے جم غفیر اچانک اور بزور قوت اپنی روزی کے ذرائع سے نوچ کر الگ کر دئے جاتے ہیں اور محنت کشوں کی منڈی میں آزاد اور ''غیروابستہ،، پرولتاریوں کی حیثیت سے ڈھکیل دئے جاتے ہیں۔ زراعتی پیداوار حاصل کرنےوالے کی، کسان کی، زمین سے بےدخلی اس پورے عمل کی بنیاد ہے۔ اس بےدخلی کی تاریخ مختلف ملکوں میں مختلف صورت اختیار کر لیتی ہے اور تسلسل کی مختلف ترتیب میں اور مختلف مدتوں میں اپنے مختلف ادوار سے گزرتی ہے۔ صرف انگلستان ہی میں جسے ہم اپنی مثال کی حیثیت سے لے رہے ہیں، اس کی ٹکسالی شکل ہے (۱)۔

زراعت پیشه آبادی کی زمین سے بےدخلی

انگلستان میں چودھویں صدی کے آخری زمانے میں زرخرید کسان قریب قریب غائب ہو چکے تھے۔ آبادی کی بہت ھی بڑی اکثریت (۲) ان دنوں اور اس سے بھی زیادہ بڑی حد تک پندرھویں صدی میں، آزاد کسان مالکان پر مشتمل تھی خواہ جاگیردارانہ خطاب جس میں ان کا حق ملکیت چھپا ہوا ھوتا تھا، کچھ ھی کیوں نہ ھو۔ زیادہ بڑی بڑی شاھی جاگیروں میں، بوڑھے کارندے کی جگہ، جو خود زرخرید کسان ھوا کرتا تھا، آزاد کاشتکار نے لےلی۔ زراعت کے اجرتی محنت کش جزوی طور پر ان کسانوں پر مشتمل ھوا کرتے تھے جو اپنی فرصت کے اوقات بڑی بڑی جاگیروں میں کام کرکے گزارا کرتے تھے، جزوی طور پر اجرتی مزدوروں کے آزاد خاص طبقے پر، جو نسبتی اور قطعی طور پر تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔ موخرالذکر بھی ساتھ ھی ساتھ عملاً کاشت کرنےوالے کسان ھوا کرتے تھے، کیونکہ اجرت کے علاوہ وہ اپنے لئے قابل کاشت زمین، ۴ یا اس سے زیادہ ایکڑ تک، اپنے رھنے کے مکانوں کے ساتھ مقرر کرا لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں باقی کسانوں کے ساتھ ساتھ شاملات سے استفادے کا حق حاصل تھا جس کی بدولت ان کے مویشیوں کو چراگاھیں ملیں، ان کو عمارتی لکڑی، جلانے کی لکڑی، دلدل کا کوئلہ وغیرہ (۳)۔ یورپ کے تمام ملکوں میں جاگیردارانہ پیداوار کی کرداری خصوصیت زمین کو زیادہ سے زیادہ ممکن تعداد میں شکمی، چھوٹی چھوٹی جاگیرداریوں میں

تقسیم کرتی رہی ہے۔ کسی جاگیردار کی قوت کا، کسی حکمراں کی طاقت کی طرح انحصار اس کی زمین سے وصول شدہ لگان پر نہیں بلکہ اس کی رعایا کی تعداد پر ہوا کرتا تھا، اور موخرالذکر کا انحصار کسان زمینداروں کی تعداد پر ہوتا تھا (۴)۔ اس لئے اگرچہ انگلستان کی زمین، نارمنوں کی فتح کے بعد بڑے بڑے تعلقوں میں تقسیم کر دی گئی تھی، اکثر جن میں سے ہر ایک میں کوئی ۹۰۰ پرانی اینگلوسیکسن جاگیریں شامل ہوا کرتی تھیں، وہ چھوٹی چھوٹی زمینداریوں سے پٹی پڑی تھی، صرف کہیں کہیں بیچ بیچ میں بڑی شاہی جاگیریں آجاتی تھیں۔ ایسے حالات نے شہروں کی خوش‌حالی کے ساتھ مل کر جو کہ پندرھویں صدی کی نمایاں کرداری خصوصیت تھی، لوگوں کی اس دولت کے جمع ہو جانے کا موقع دیا جس کی چانسلر فورتیسکیو نے اپنی تصنیف ’’لاڈبس لیگوم انگلیئی،، میں نہایت وضاحت کے ساتھ تصویرکشی کی ہے لیکن سرمایہ‌دارانہ دولت کا امکان اس سے بعید تھا۔

اس انقلاب کا پیش خیمہ جس نے سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کی بنا ڈالی، پندرھویں صدی کی آخری تہائی اور سولھویں صدی کے پہلے عشرے میں قائم ہوا تھا۔ جاگیری خادموں کی جن سے جیسا کہ سر جیمز اسٹوارٹ نے درست کہا ہے: ’’ہر جگہ محل اور قلعے بیکار بھرے پڑے تھے،،*، جماعتیں ٹوٹ جانے سے آزاد پرولتاریوں کا جم غفیر مزدور منڈی میں ٹوٹ پڑا۔ اگرچہ شاہی حکومت نے جو بذات‌خود بورژوا ارتقا کا نتیجہ تھی، قطعی مکمل خودمختاری کے اپنے جھگڑے کے بعد خادموں کی ان جماعتوں کو زبردستی توڑنے میں عجلت کی، لیکن یہ کسی طرح بھی اس کا واحد سبب نہ تھی۔ بادشاہ اور پارلیمنٹ سے اپنی گستاخانہ لڑائی میں بڑے بڑے تعلقہ‌دار جاگیرداروں نے کسان کو اس زمین سے جس پر اس کے خود تعلقہ‌دار کی طرح ہی کا جاگیری حق تھا، زبردستی بھگا کر اور شاملات کو ہڑپ کرکے، ناقابل موازنہ کہیں زیادہ پرولتاریہ پیدا کر دیا۔ فلانڈرس کے اون بنانے‌والوں

---

* جے۔ اسٹوارٹ ’’سیاسی معاشیات کے اصولوں کے بارے میں تحقیقات،، جلد اول، ڈبلن، ۱۷۷۰ء، صفحہ ۵۲۔ ایڈیٹر

کے تیزی کے ساتھ عروج اور اسی مناسبت سے انگلستان میں اون کی قیمت میں اضافے نے ان بےدخلیوں کے لئے براہ‌راست اکسایا۔ پرانے رؤسا کو بڑی بڑی جاگیردارانہ جنگیں ہڑپ کر گئی تھیں۔ نئے رؤسا اپنے زمانے کی اولاد تھے جس میں روپیہ پیسہ تمام طاقتوں کی ایک طاقت تھا۔ قابل زراعت زمین کا بھیڑوں کی چراگاہوں میں تبدیل کرنا، اس لئے، اس کا نعرہ تھا۔ ہیریسن اپنی تصنیف ''انگلستان کا تذکرہ، ہولنشید کے روزنامچےکی تمہید کی طرح'' میں بیان کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کسانوں کی بےدخلی ملک کو کس طرح تباہ و برباد کر رہی ہے۔ ''ہمارے ہاں کے غاصبوں کو کیا پروا؟''، کسانوں کے گھر اور مزدوروں کے جھونپڑے مسمار کر ڈالے گئے تھے یا تباہ و برباد ہونے کو چھوڑ دئے گئے تھے۔ ہیریسن لکھتے ہیں: ''اگر ہر جاگیر کی مسلیں تلاش کی جائیں... تو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ بعض جاگیروں میں سترہ، اٹھارہ یا بیس مکانات سکڑ گئے ہیں... کہ انگلستان آج سے پہلے کبھی اتنا کم آراستہ نہ تھا... شہروں اور قصبوں کا حال یہ ہے کہ یا تو وہ قطعی برباد ہو گئے ہیں یا چوتھائی یا آدھے سے زیادہ کم ہو گئے، اگرچہ اس میں یہاں وہاں کچھ کمی‌بیشی ہوسکتی ہے، ان قصبوں کی بات جنھیں بھیڑوں کی چراگاہوں کے لئے مسمار کر دیا گیا ہے اور وہاں کچھ باقی نہیں ہے سوائے جاگیرداروں کے مکانات کے... میں کچھ کہہ سکتا تھا۔''، ان پرانے اخبار نویسوں کی شکایات میں ہمیشہ مبالغہ آرائی ہوا کرتی ہے لیکن پیداوار کی کیفیتوں میں انقلاب کا ہم‌عصروں پر جو تاثر ہوا تھا اس کی وہ سچائی کے ساتھ عکاسی کرتے ہیں۔ چانسلر فورتیسکیو اور تھامس مور کی تحریروں کا موازنہ پندرھویں اور سولھویں صدیوں کے درمیان خلیج کو واضح کرتا ہے۔ جیسے کہ تھارنٹن نے درست کہا ہے، انگریز مزدور طبقہ اپنے سنہری عہد سے آہنی عہد تک کی کوئی عبوری منزل طے کئے بغیر تیار ہو گیا تھا۔

قانون‌سازی اس انقلاب سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ ابھی تہذیب کی اس بلندی پر جا کر کھڑی نہیں ہوئی تھی جہاں ''قوم کی دولت'' (یعنی سرمائے کی تشکیل، اور لوگوں کے انبوہ

کا اندھادھند استحصال اور افلاس زدگی) ساری ریاست سازی کی حد آخر ہے۔ ہینری ہفتم کی اپنی تاریخ میں بیکن کہتے ہیں: ''ان دنوں (۱۴۸۹ء) احاطہ بندیاں زیادہ عام ہونی شروع ہو گئیں جس سے قابل کاشت زمین (جس کو لوگوں اور کنبوں کے بغیر زرخیز نہیں بنایا جاسکتا تھا) چراگاہوں میں تبدیل کردی گئی جن سے چند چرواہے بہ‌آسانی نمٹ لیا کرتے تھے، اور برسہا برس کی، تاحیات اور غیر میعادی لگان‌داری (کہ جس پر بہت سے کاشتکاروں کی گزراوقات تھی) قبضۂ مالکانہ میں تبدیل کر لی گئی۔ اس سے لوگوں پر زوال آیا اور (اس کے نتیجے میں) قصبوں، گرجاؤں، عشری محصولوں اور ایسی ہی دوسری چیزوں پر زوال۔ اس تکلیف کا علاج کرنے میں ان دنوں بادشاہ کی دانشمندی قابل تعریف تھی اور پارلیمنٹ کی...انھوں نے احاطوں کو خالی کراکے، اور چراگاہوں کو خالی کراکے، لے لینے کا راستہ اختیار کیا۔'' ہینری ہفتم کے ایک قانون مجریہ ۱۴۸۹ء کی دفعہ ۱۹ نے تمام ''کاشتکاری مکانوں'' کی جن سے کم‌ازکم ۲۰ ایکڑ زمین وابستہ ہو، مسماری کی مخالفت کردی۔ ہینری ہشتم کے ایک قانون مجریہ پچیسویں سال جلوس، کے ذریعے اسی قانون کی تجدید کردی گئی۔ اس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ بہت سے کھیت اور مویشیوں، خصوصاً بھیڑوں کے بڑے بڑے گلے چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے زمین کا لگان بہت بڑھ گیا ہے اور جتائی گھٹ گئی ہے، گرجاؤں اور مکانوں کو مسمار کر دیا گیا ہے اور بےشمار لوگ ان وسائل سے محروم کر دئے گئے ہیں جن سے وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کےلئے روزی مہیا کرتے۔ یہ قانون اس لئے تباہ شدہ کھیتوں کھلیانوں کی ازسرِنو تعمیر کا حکم دیتا اور اناج اگانے کی زمین اور چراگاہوں کی زمین کے درمیان ایک تناسب مقرر کرتا ہے، وغیرہ۔ ۱۵۳۳ء کا ایک قانون کہتا ہے کہ بعض مالکان کے پاس ۲۴ ہزار بھیڑیں ہیں، اور ملکیت کی تعداد کو ۲۰۰۰ تک محدود کردیتا ہے (۵)۔ لوگوں کی چیخ پکار اور قانون کی، ہینری ہفتم کے بعد ۱۵۰ برس تک، چھوٹے کاشتکاروں اور کسانوں کی بےدخلی کی مخالفت، یکساں بےنتیجہ رہے۔ ان کے نا کارہ‌پن

کا راز، بیکن ، انجانے میں ہم پر واضح کر دیتا ہے۔ ''شاہ ہینری ہفتم کی ترکیب،، بیکن نے اپنے ''مضامین، شہری اور اخلاقی،، مضمون ۲۹ میں لکھا ہے ''دوررس اور قابل تعریف تھی، فارموں اور کھیتی‌باڑی کے گھرانوں کو ایک معیار کا بنانے میں، یعنی ان کو اس تناسب میں زمین دے کر قائم رکھتے ہوئے کہ وہ ایسی رعایا کی پرورش کر سکیں کہ جو سہولت اور خوش‌حالی کی زندگی بسر کرے اور کوئی حالت غلاموں کی سی نہ ہو، اور ہل مالکوں کے ہاتھ میں رکھا جائے اور محض اجرتیوں کے نہیں۔ ،، (۶) سرمایہ‌دارانہ نظام کا دوسری طرف مطالبہ تھا لوگوں کے جم‌غفیر کے لئے گھٹیا اور قریب قریب غلاموں کی سی حالت کا، ان کو بھاڑے کے ٹٹوؤں میں اور ان کے ذرائع محنت کو سرمائے میں بدل ڈالنے کا۔ عبور کی اس مدت کے دوران میں، قانون نے اجرت پر کام کرنے‌والے زراعتی مزدور کے گھر کے پاس ۴ ایکڑ زمین کو برقرار رکھنے کی بھی کوشش کی اور اپنے مکان میں لوگوں کو ٹھہرانے کی ممانعت کردی۔ جیمز اول کے دور حکومت میں، ۱۶۲۷ء میں فرنٹ‌مل کے روگر کراکر کو اس بات پر سزا دی گئی تھی کہ اس نے فرنٹ‌مل کی جاگیر میں ایک جھونپڑی بنا لی تھی جس کے ساتھ ۴ ایکڑ زمین دائمی طور پر ملحق نہیں کی گئی تھی۔ چارلس اول کے دور حکومت تک میں بھی ۱۶۳۸ء میں پرانے قوانین کی تعمیل کے لئے ایک شاہی کمیشن مقرر ہوا تھا، خصوصاً اس کی جس میں ۴ ایکڑ زمین کا حوالہ تھا۔ کرام‌ویل کے زمانے میں بھی لندن کے چار میل کے حلقے میں مکان کی تعمیر کی اس وقت تک ممانعت تھی جب تک کہ ۴ ایکڑ زمین اس کے نام وقف نہ کردی گئی ہو۔ اٹھارویں صدی کے پہلے نصف تک بھی زراعتی مزدور کے مکان سے ملحق اگر دو ایک ایکڑ زمین نہ ہو تو شکایت کی جاتی ہے۔ آجکل اگر وہ ایک چھوٹے سے باغ سے آراستہ ہو یا اگر وہ اپنے مکان سے بہت دور کہیں چھوٹے چھوٹے قطعات زمین لگان پر لے سکے تو خوش قسمت ہوتا ہے۔ ''زمیندار اور کاشتکار،، ڈاکٹر ہنٹر کہتے ہیں: ''یہاں ملی بھگت سے کام کرتے ہیں۔

مکان کے ساتھ چند ایکڑ زمین مزدوروں کو بےحد خودمختار کر دےگی۔ ،، (۷)

لوگوں کو بالجبر بےدخل کرنے کے عمل کو سولھویں صدی میں تجدید مسیحیت سے اور اس کے نتیجے میں کلیسا کی جائداد کی زبردست بربادی سے ایک نیا اور خوفناک بڑھاوا ملا۔ تجدید مسیحیت کے زمانے سے پہلے کیتھولک کلیسا انگلستان کی اراضی کے بہت بڑے حصے کا جاگیری مالک تھا۔ خانقاھوں وغیرہ کو بند کرنے کی وجہ سے ان میں رھنےوالے پرولتاریہ میں ڈھکیل دئے گئے۔ بڑی حد تک کلیسا کی جاگیریں بےحد لالچی شاھی مقربین کو دے دی گئیں یا سٹےباز کاشتکاروں اور شہریوں کو نہایت ھی کم داموں پر فروخت کر دی گئیں جنھوں نے موروثی شکمی لگان‌داروں کو بیک وقت ایک سرے سے نکال بھگایا اور ان کی زمینوں کو ملاکر ایک کردیا۔ گرجا کے عشرے کے ایک حصے میں سے غریب لوگوں کو دی ھوئی، قانونی طور پر ضمانت‌شدہ جائداد کو چپ‌چاپ ضبط کر لیا گیا (۸)۔ انگلستان کے دورے کے بعد ملکہ ایلیزبیتھ نے بےساختہ کہا تھا ''پاپر یوبیک جیسیٹ،،*۔ اس کے دور حکومت کے ۴۳ ویں سال محصول برائے امداد غربا' نافذ کرکے قوم کے افلاس کو سرکاری طور پر تسلیم کرنا پڑا۔ ''اس قانون کے مصنفین ایسا لگتا ھے کہ اس کے اسباب واضح کرنے پر شرمسار تھے کیونکہ (روایتی انداز کے برعکس) اس کی قطعی کوئی تمہید نہیں ھے،، (۹)۔ چارلس اول کے قانون چہارم مجریہ سولھویں سال جلوس، کے ذریعہ اس کے دائمی ھونے کا اعلان کر دیا گیا اور درحقیقت صرف ۱۸۳۴ء ھی میں اس نے نئی اور زیادہ سخت صورت اختیار کی (۱۰)۔ تجدید مسیحیت کے یہ فوری نتائج اس کے سب سے زیادہ پائیدار نتائج نہیں تھے۔ گرجے کی جائداد نے اراضیاتی املاک کی روایتی شرائط کے مذھبی قلعے کی تشکیل کی تھی۔ اس کے زوال کے ساتھ ساتھ وہ بھی نافذ ھونے کے لائق نہیں رہ گئیں (۱۱)۔

---

*''غربا' ھر جگہ ناخوش ھیں،، — اووڈ، ''روزے،،، کتاب اول، بند ۲۱۸ سے ایک اقتباس۔ ایڈیٹر

سترھویں صدی کے آخری عشرے میں بھی معافی‌داروں کی جو آزاد کسانوں کا ایک طبقہ تھا، تعداد کاشتکاروں کے طبقے سے زیادہ تھی۔ کرام‌ویل کی طاقت کے وھی پشت پناہ تھے، اور میکالے کے اعتراف کے مطابق بھی، شرابی رؤسا اور ان کے خادموں، دیہی پادریوں کے جنھیں اپنے آقاؤں کی دھتکاری ھوئی محبوباؤں سے شادی کرنی پڑتی تھی، مقابلے میں بہتر تھے۔ ۱۷۵۰ء کے لگ بھگ معافی‌داری غائب ھو گئی تھی (۱۲)، اور اسی طرح اٹھارویں صدی کے آخری عشرے میں زراعتی محنت‌کشوں کی شاملات کے آخری نشانات بھی۔ یہاں ھم زراعتی انقلاب کے خالص معاشی اسباب کو ایک طرف چھوڑ دیتے ھیں۔ ھم صرف جبری وسائل پر بحث کرتے ھیں جو کام میں لائے گئے۔

خاندان اسٹوارٹ کی بحالی کے بعد مالکان اراضی نے، قانونی وسائل سے، غاصبانہ کارروائی شروع کردی جو براعظم یورپ میں ھر جگہ کسی قانونی قاعدے کے بغیر انجام دی گئی تھی۔ انھوں نے جاگیردارانہ اصول لگان‌داری کا خاتمہ کر دیا یعنی انھوں نے ریاست کی جانب اس کی تمام ذمہ‌داریوں سے نجات حاصل کرلی، کسانوں پر اور باقی عوام الناس پر محصولات عائد کرکے ریاست کی ''تلافی'' کر دی، ان جاگیروں پر جدید نجی حقوق مالکانہ اپنے لئے جائز قرار دلوا لئے جن پر ان کا صرف جاگیردارانہ حق ملکیت تھا، اور آخر میں یہ کہ انتقال اراضی کے وہ قوانین منظور کئے جنھوں نے مناسب تغیر و تبدل کے ساتھ انگلستان کے زراعتی مزدور پر وھی اثر ڈالا جو روسی کسانوں پر تاتاری بورس گودونوف کے فرمان نے ڈالا تھا*۔

---

*ظاھر ھے کہ یہ ۱۵۹۷ء کے فرمان کا حوالہ ھے جو فیودور ایوانووچ کے دور حکومت میں جاری ھوا تھا جبکہ روس کا اصل حکمراں بورس گودونوف تھا۔ اس فرمان کے تحت ان کسانوں کو جو اپنے مالکان زمین کے ناقابل برداشت ظلم و استبداد اور غلامی سے تنگ آ کر بھاگ گئے تھے، پانچ برس کے اندر اندر تلاش کرنا اور سابقہ مالکوں کے پاس واپس پہنچانا تھا۔ ایڈیٹر

''شاندار انقلاب،،* آرینج کے ولیئم (۱۳) کے ساتھ ساتھ قدر زائد کو تصرف میں لانےوالے زمینداروں اور سرمایہداروں کو بھی برسر اقتدار لے آیا۔ انھوں نے بڑے ھی زبردست پیمانے پر ریاست کی زمینوں کی چوریاں کرنے کے نئے دور کا آغاز کیا، وہ چوریاں جو اب تلک ذرا معمولی پیمانے پر تکڑم سے کرلی جایا کرتی تھیں۔ یہ جاگیریں بخشدی جاتی، مضحکہ خیز داموں پر فروخت کر دی جاتی یا یہاں تک کہ براہراست قبضہ کرکے نجی جاگیروں میں شامل کر لی جاتی تھیں (۱۴)۔ یہ سب کچھ قانونی ضابطوں کی ذرا بھی تعمیل کے بغیر ھوا۔ شاھی زمینوں کے اس طرح دھوکے سے ھتھیا لئے جانے سے اور اس کے ساتھ ھی ساتھ گرجے کی جاگیروں کی، جہاں تک کہ وہ جمہوریائی انقلاب کے دوران میں ھاتھ سے نکل نہیں گئی تھیں، لوٹ سے انگلستان کے آج کے امراٗ کی نوابی مملکتوں کی بنیاد پڑتی ھے (۱۵)۔ اس کارروائی کی بورژوا سرمایہداروں نے اور باتوں کے علاوہ، اس نظریے سے تائید کی کہ اراضی کی آزادانہ تجارت کو بڑھاوا ملے، بڑے فارموں کے نظام کی بنیاد پر جدید زراعت کی مملکت کو توسیع حاصل ھو، اور آزاد زراعتی پرولتاریوں کی ان کے لئے فراھمی، جو ھاتھ کے ھاتھ ھو، بڑھ جائے۔ اس کے علاوہ بینک کاری سے بننےوالے نئے رئیسوں کے، نوزائدہ بلند پرواز ان مالیات کے اور بڑے بڑے کارخانیداروں کے جن کا ان دنوں انحصار حفاظتی محصولات پر تھا، قدرتی ساتھی اراضیاتی رؤسا تھے۔ انگلستانی بورژوازی نے خود اپنے مفاد میں عمل کیا، ٹھیک اسی دانشمندی کے ساتھ جس طرح سویڈن کی بورژوازی نے کیا تھا جس نے اپنے معاشیاتی ساتھیوں، کسانوں کے ساتھ مل کر عمل کو پلٹتے ھوئے بادشاھوں کی مدد کی تھی کہ وہ بالائی

---

*''شاندار انقلاب،، کی اصطلاح انگلستانی بورژوا تاریخ نویس ۱۶۸۸ء میں حکومت کا تختہ الٹنے کے اس واقعے کو بیان کرنے کےلئے استعمال کرتے ھیں جس کے بعد انگلستان میں دستوری بادشاھت قائم ھوئی جو اراضیاتی رؤسا اور بڑی بورژوازی کے درمیان مصالحت پر مبنی تھی۔ ایڈیٹر

طبقہٗ امراء سے شاہی زمینات بالجبر واپس لے لیں۔ یہ عمل ۱۶۰۴ء سے ہوتا رہا اور چارلس دھم اور چارلس یازدھم کے تحت۔

شاملاتی املاک کی — جو ریاستی املاک سے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، ہمیشہ الگ رہی ہے — پرانے ٹیوٹونی ادارے کی حیثیت تھی جو جاگیردارانہ نظام کے پردے میں برقرار رہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح اس کو زبردستی ہڑپ کر لینے کا عمل، جو عموماً مزروعہ زمین کو چراگاہوں میں تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ انجام پایا تھا، پندرھویں صدی کے آخر سے شروع ہوتا اور سولھویں صدی تک بڑھ آتا ہے۔ لیکن ان دنوں یہ عمل تشدد کی انفرادی کارروائیوں کے ذریعے انجام دیا جا رہا تھا جن کے خلاف قانون ڈیڑھ سو سال تک جہاد کرتا رہا مگر بےسود۔ اٹھارویں صدی میں جو پیش‌قدمی کی گئی ہے اس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ خود قانون اب عوام کی زمین کی چوری کا آلہٗ‌کار بن جاتا ہے، حالانکہ بڑے کاشتکار اپنے چھوٹے موٹے آزادانہ طریقوں کو بھی کام میں لاتے ہیں (۱۶)۔ ڈکیتی کی پارلیمانی شکل شاملات کے گرد احاطہ بنانے کے قوانین کی ہے، بہ الفاظ دگر وہ حکمنامے جن کے بموجب عوام کی زمین کو زمیندار اپنی نجی ملکیت کی حیثیت سے خود اپنے نام منظور کر لیتے ہیں، عوام کو بےدخل کرنے کے حکمنامے۔ سر ایف۔ ایم۔ ایڈن نے خود اپنی ہی پرفن خاص پیروی کی تردید کی، جس میں وہ شاملاتی املاک کو بڑے زمینداروں کی جنھوں نے جاگیردار مالکوں کی جگہ لے لی ہے، نجی املاک ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ وہ خود ''شاملات کی احاطہ‌بندی کے لئے پارلیمنٹ کے عام قانون،، کا مطالبہ کرتے ہیں (اور اس طرح تسلیم کرلیتے ہیں کہ نجی ملکیت میں اس کی تبدیلی کے لئے ایک پارلیمانی ''انقلاب،، ضروری ہے)، اور اس کے علاوہ قانون‌ساز ادارے سے بےدخل غربا کی قانونی چارہ‌جوئی سے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں (۱۷)۔

جبکہ خودمختار معافی‌دار کی جگہ غیرمیعادی کاشتکاروں، سالانہ پٹوں پر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں، زمینداروں کی خوشنودی پر منحصر رہنےوالے تابعداروں کے مجمع بےترتیب نے لے لی تو

شاملاتی زمینوں کی باقاعدہ ڈکیتی نے، ریاستی علاقوں کی چوری کے ساتھ، ان بڑے بڑے فارموں کی، جو اٹھارویں صدی میں سرمائے کے فارم (۱۸) یا تاجروں کے فارم (۱۹) کہلاتے تھے، توسیع میں اور اشیاءسازی کی صنعت کےلئے پرولتاریوں کی حیثیت سے زراعت پیشہ آبادی کو ''آزاد کرنے میں،، خاص طور سے مدد دی۔

لیکن اٹھارویں صدی نے قومی دولت اور عوام کے افلاس کے درمیان یگانگت کو اس قدر مکمل طریقے سے ابھی تسلیم نہیں کیا تھا جس قدر کہ انیسویں صدی نے کرلیا ھے۔ یہی وجہ ھے کہ اس زمانے کی معاشیاتی تحریروں میں ''شاملات کی احاطہ بندی،، پر انتہائی زوردار مناظرے ملتے ھیں۔ میرے سامنے جو ڈھیروں مسالہ پڑا ھوا ھے اس میں سے صرف چند اقتباسات پیش کررھا ھوں جو اس زمانے کے حالات پر تیز روشنی ڈالیں گے۔ ایک برھم شخص لکھتا ھے: ''ھرٹفورڈشائر کے کئی حلقوں میں ۲۴ فارموں کو جو اوسطاً ۵۰—۱۵۰ ایکڑ تک کے تھے، ملا کر تین فارموں میں تبدیل کر دیا گیا ھے۔،، (۲۰) ''نارتھمپٹن‌شائر اور لی‌سیسٹرشائر میں شاملات کی احاطہ‌بندی بہت ھی بڑے پیمانے پر ھوئی ھے، اور بیشتر نئی ملکیتیں، جو احاطہ بندی کا نتیجہ ھیں، چراگاھوں میں تبدیل کر دی گئی ھیں، جس کے نتیجے میں بہت‌سی ملکیتوں کے اندر اب سالانہ ۵۰ ایکڑ میں بھی کھیتی نہیں ھوتی، جہاں پہلے ۱۵۰۰ میں ھوا کرتی تھی۔ سابقہ رھائشی مکانوں، کھلیانوں، اصطبلوں وغیرہ کے کھنڈرات،، سابقہ باشندوں کی واحد علامات ھیں۔ ''بعض کھلے کھیت کے گاوؤں میں ایک سو مکانات اور کنبے... گھٹ گھٹا کر آٹھ یا دس رہ گئے ھیں... جن حلقوں میں احاطہ‌بندی ھوئے صرف ۱۵ یا ۲۰ برس ھوئے ھیں ان میں سے بیشتر میں مالکان زمین تعداد میں وھاں کھلے کھیتوں کی حالت میں قبضہ رکھنےوالوں کی تعداد کی بہ‌نسبت بہت ھی کم ھیں۔ یہ کوئی غیرمعمولی بات نہیں ھے کہ اس جگہ چار یا پانچ چرواھی کرانےوالوں کی بڑی بڑی احاطہ بند مجموعی ملکیتیں ھوں جو پہلے بیس یا تیس کاشتکاروں کے ھاتھوں میں تھی اور اتنے ھی چھوٹے لگان داروں اور مالکوں کے پاس۔ اب تلک ان سب کو بال بچوں سمیت اور بہت سے

دوسرے کنبوں کو جو زیادہ‌تر انھیں کے ھاں ملازم تھے اور ان کی کفالت میں تھے، اپنی رھائش‌گاھوں سے نکال باھر کردیا گیا ھے۔ ،، (۲۱) صرف بیکار پڑی ھوئی زمین ھی کو نہیں، بلکہ اکثر شاملات کو یا برادری کو ادا کردہ متعینہ لگان پر لی ھوئی مزروعہ زمین کو بھی پڑوس کے زمینداروں نے احاطہ‌بندی کے بہانے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ ''یہاں میرے پیش‌نظر کھلے کھیتوں اور ان زمینوں کی احاطہ‌بندیاں ھیں جن کی پہلے ھی اصلاح کی جاچکی ھے۔ احاطہ بندیوں کے دفاع میں لکھنےوالے بھی تسلیم کرتے ھیں کہ یہ گھٹے ھوئے دیہات فارموں کی اجارہ‌داریوں میں اضافہ کرتے، اشیائے خوردونوش کی قیمتیں بڑھاتے اور بستیوں کے اجڑنے کا باعث ھوتے ھیں... اور بنجر زمینوں کی احاطہ بندی بھی (جیسے کہ اب کی جارھی ھے) غربا کو روزی کے ایک حصے سے محروم کرکے ان کے لئے باعث آزار ھے، اور فارموں کی توسیع ھی کا باعث بنتی ھے جو کہ پہلے ھی حد سے زیادہ بڑے ھو چکے ھیں۔ ،، (۲۲) ڈاکٹر پرائس کہتے ھیں کہ ''جب یہ زمین چند بڑے بڑے کاشتکاروں کے ھاتھوں میں پہنچ جاتی ھے تو نتیجہ یہی ھونا چاھئے کہ چھوٹے چھوٹے کاشتکار،، (جنھیں اس سے پہلے انھوں نے ''بیشمار چھوٹے چھوٹے مالکان اور لگان‌دار،، قرار دیا ھے، ''جو کہ اس زمین کی پیداوار سے جو کہ ان کے قبضے میں ھے، شاملات میں رکھی جانےوالی بھیڑوں سے، مرغیوں، سور وغیرہ سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا گزارہ کرتے ھیں اور اس لئے جنھیں گزراوقات کی کسی چیز کے خریدنے کا کم ھی موقع ھوتا ھے،،) ''ایسے لوگوں کی جماعت میں تبدیل ھو جائیں‌گے جو دوسروں کے لئے کام کرکے اپنی روزی کماتے ھیں اور جن کے لئے ضروری ھو جائیگا کہ اپنی تمام ضروریات کے لئے بازار جائیں... غالباً مزدور زیادہ ھو جائیں‌گے کیونکہ اس کے لئے مجبوریاں زیادہ ھونگی... قصبے اور اشیاٴسازی کے مرکز بڑھیں‌گے، کیونکہ جگہوں اور نوکری کی جستجو میں زیادہ لوگ وھاں ھنکا دئے جائیں‌گے۔ فارموں کو جمع کرنے کا عمل قدرتی طور پر اسی طرح رونما ھوتا ھے۔ اور یہی وہ طریقہ ھے جس کے مطابق کئی برس سے درحقیقت یہ اس سلطنت میں

جاری ہے۔ ،، (۲۳) احاطہ بندیوں کے اثر کا خلاصہ وہ اس طرح پیش کرتے ہیں: ''بحیثیت مجموعی، لوگوں کے نچلے درجوں کی صورت حالات قریب قریب ہر اعتبار سے بدتری کی جانب بدل جاتی ہے۔ مختصرسی زمین پر قبضہ رکھنےوالوں سے گھٹ کر وہ یومیہ مزدوری پانےوالا کامگار اور اجیر مزدور رہ جاتا ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس حالت میں ان کی گزراوقات زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔ ،، (۲۴) درحقیقت شاملات کی زمینیں هڑپ ہوجانے اور اس کے ساتھ ساتھ زراعت میں جو انقلاب ہوا اس نے زراعت پیشہ مزدوروں کو اس قدر شدت کے ساتھ متاثر کیا کہ، ایڈن کے بیان کے مطابق بھی ۱۷۶۵ء اور ۱۷۸۰ء کے درمیان ان کی اجرتیں کم از کم سطح سے بھی نیچے گرنے لگیں اور ان میں سرکاری قانون غرباٴ کے مطابق دی جانے والی امداد شامل کی جانے لگی۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی اجرتیں ''قطعی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہونے سے زیادہ نہیں تھیں،،۔

آئیے ایک لمحے کے لئے ہم احاطہ بندیوں کے ایک حامی اور ڈاکٹر پرائس کے مخالف کی سنیں ''نہ ہی یہ کوئی اہم بات ہے کہ بستیاں ضرور اجڑیں گی، کیونکہ کھلے کھیتوں میں لوگ اپنی محنت ضائع کرتے نظر نہیں آتے... اگر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو ایسے لوگوں کی جماعت میں تبدیل کرکے جنھیں دوسروں کے لئے کام کرنا پڑتا ہو، مزدور زیادہ مہیا ہوجاتے ہوں، تو یہ ایک ایسا فائدہ ہے جس کا قوم کو،، (بلاشبہ جس سے ''بدلے ہوؤں،، کا تعلق نہیں ہے) ''خواہاں ہونا چاہئے... کہ جب ان کی مشترکہ محنت سے ایک ہی فارم پر استفادہ کیا جاتا ہے تو پیداوار زیادہ حاصل ہوتی ہے، اشیاٴسازی کے مرکزوں کےلئے فراوانی ہوگی اور اس ذریعے سے اشیاٴسازی کے مرکز، جو کہ قوم کی کانوں میں سے ایک ہے، اناج کی پیدا شدہ مقدار کے تناسب میں بڑھیں گے۔ ،، (۲۵)

جس صبر و تحمل اور ذہنی سکون کے ساتھ سیاسی معاشیات‌داں ''اسلاک کے مقدس حقوق،، کی انتہائی بےشرمی کے ساتھ خلاف ورزیوں کو اور لوگوں پر شدید ترین تشدد کو، جونہی وہ سرمایہ‌دارانہ طریقہٴ پیداوار کی بنیادیں استوار کرنے کےلئے ضروری

ہوتے ہیں، دیکھا کرتے ہیں، اس کا مظاہرہ سر ایف۔ ایم۔ ایڈن کرتے ہیں جو سرتاپا ہمدرد بنی نوع انسان اور ٹوری ہیں۔ چوریوں کا پورا سلسلہ، ناجائز دست اندازیاں اور عام لوگوں کی پریشانی جو پندرھویں صدی کے آخری تہائی سے اٹھارویں صدی کے آخر تک رہیں، ان سے محض یہ پراطمینان نتیجہ اخذ کرا سکیں: ''مزروعہ زمین اور چراگاہ کے درمیان موزوں تناسب قائم کیا جانا تھا۔ پوری چودھویں صدی اور پندرھویں کے بڑے حصے کے دوران ایک ایکڑ چراگاہ پر ۲، ۳ اور یہاں تک کہ ۴ ایکڑ مزروعہ زمین تھی۔ سولھویں صدی کے وسط کے قریب تک یہ تناسب بدل کر ۲ ایکڑ چراگاہ پر ۲، بعد میں ۱ ایکڑ پر ایک مزروعہ رہ گیا تھا، یہاں تک کہ آخرکار چراگاہ کے ۳ ایکڑ پر مزروعہ زمین کے ایک کا جائز تناسب حاصل ہو گیا۔''

انیسویں صدی میں زراعتی مزدور اور شاملات کے درمیان تعلق کی یاد بھی، واقعی، غائب ہو گئی۔ زیادہ قریبی زمانے کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے تو بھی کیا زراعت پیشہ آبادی کو ۳۵۱۱۷۷۰ ایکڑ شاملات کی زمین کے معاوضے میں، جو ۱۸۰۱ء اور ۱۸۳۱ء کے درمیان ان کے ہاں سے چوری کر لی گئی تھی اور پارلیمانی ترکیبوں سے زمینداروں نے زمینداروں کی خدمت میں پیش کردی تھی، ایک چھدام بھی ملی؟

زراعت پیشہ آبادی کی نہایت بڑے پیمانے پر بےدخلی کا آخری عمل، انجام کار، جاگیروں کی نام نہاد صفائی ہے، یعنی لوگوں کو وہاں سے سمیٹ کر نکال باہر کرنا۔ اب تلک جن انگلستانی طریقوں کو زیربحث لایا گیا ہے ان کا اختتام ''صفائی'' پر ہوا ہے۔ پچھلے باب میں جدید حالات کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، جہاں خودمختار کسان باقی نہیں رہ گئے ہیں کہ جن سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، اس میں جیسے کہ ہم نے دیکھا تھا، جھونپڑیوں کی ''صفائی'' شروع ہوجاتی ہے؛ چنانچہ زراعت پیشہ مزدوروں کو اس زمین پر جہاں انھوں نے کاشت کی ہوئی ہوتی ہے، اتنی جگہ بھی نہیں ملتی جس کی نہیں خود اپنے رہنے کو مکان بنانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ''جاگیروں کی صفائی'' سے حقیقی اور صحیح مراد کیا ہے، یہ ہمیں جدید

روسان کی ارض موجودہ، اسکاٹ‌لینڈ کے ھائی‌لینڈز ھی سے معلوم ھوتا ھے۔ وھاں اس عمل کا طرۂ امتیاز اس کی باقاعدگی، ایک ھی ضرب میں جس پیمانے پر اس کی تعمیل ھو جاتی ھے اس کی وسعت (آئرلینڈ میں زمیندار ایک ھی وار میں کئی کئی گاؤں کا صفایا کر دینے کی حدتک چلے گئے ھیں؛ اسکاٹ‌لینڈ میں اتنے بڑے خطے جتنی کہ جرمن ریاستیں ھیں، نمٹا دئے جاتے ھیں) آخر میں مخصوص وضع کی املاک جس کے مطابق غبن کی ھوئی زمینوں کو قبضے میں رکھا گیا تھا۔

ھائی‌لینڈ کے کلٹی قبیلوں میں منظم تھے، جن میں سے ھر ایک اس زمین کا مالک ھوتا تھا جس پر وہ آباد تھا۔ قبیلے کا نمائندہ، اس کا سردار یا ''سرد بزرگ،، اس جائداد کا محض خطابی مالک ھوا کرتا تھا، جیسے ملکۂ انگلستان قوم کی پوری سرزمین کی خطابی مالکہ ھوتی ھے۔ جب انگلستانی حکومت ان ''بزرگ لوگوں،، کی اندرونی لڑائیوں کو اور لولینٹ کے میدانوں میں ان کی متواتر دست درازیوں کو دبانے میں کامیاب ھو گئی تو ان قبیلوں کے سرداروں نے ڈکیتوں کا اپنا قدیمی پیشہ ترک نہیں کیا؛ انھوں نے اس کی محض شکل و صورت بدل دی۔ بزعم خود انھوں نے اپنے نام چارے کے حق کو نجی املاک کے حق میں تبدیل کرلیا، اور چونکہ اس کی وجہ سے اپنے اھل قبیلہ سے ان کا ٹکراؤ ھوا اس لئے انھوں نے کھلے عام زبردستی ان کو ماربھگانے کا فیصلہ کرلیا۔ ''انگلستان کا کوئی بادشاہ بھی اپنی رعایا کو سمندر کے اندر بھگا دینے کا بخوبی دعویدار ھو سکتا ھے،، — یہ پروفیسر نیومن نے کہا ھے (۲۶)۔ اس انقلاب کے، جو اسکاٹ‌لینڈ میں ''مدعیٔ تخت،، * کے حامیوں کی آخری

---

*۱۷۴۵ء — ۱۷۴۶ء کی اس بغاوت کا حوالہ ھے جو اسٹوارٹ خاندان کے حامیوں نے کی تھی جن کا مطالبہ تھا کہ چارلس ایڈورڈ کو جسے ''چھوٹا مدعیٔ تخت،، کہا جاتا تھا، تخت انگلستان پر بیٹھنا چاھئے۔ یہ بغاوت اسکاٹ‌لینڈ اور انگلستان میں زمینداروں کے ھاتھوں اپنے استحصال کے اور زمین سے نہایت وسیع پیمانے پر بےدخلی کے خلاف عوام الناس کے احتجاج کی بھی

بغاوت کے بعد شروع ہوا تھا، ابتدائی مرحلوں کے بارے میں
سر جیمز اسٹوارٹ (۲۷) اور جیمز اینڈرسن (۲۸) کی تحریروں سے
معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اٹھارویں صدی میں جب کلٹ
نسل کے گالوں کو مار مار کر بھگایا جا رہا تھا تو انہیں نقل وطن
کی اس امر کے پیش نظر ممانعت تھی کہ ان کو زبردستی گلاسگو
اور اشیاٴسازی کے دوسرے شہروں میں ہنکایا جا سکے (۲۹)۔
انیسویں صدی میں جو طریقے رائج تھے (۳۰)، ان کی ایک مثال
کی حیثیت سے اس ''صفائی،، کا تذکرہ یہاں کافی ہوگا جو سدرلینڈ
کی ڈچیز نے کی تھی۔ موصوفہ جو معاشیات سے بخوبی آگاہ تھیں،
بنیادی علاج کرنے کے لئے اپنی حکومت سے کارروائی شروع کرنے
اور پورے ملک کو، جس کی آبادی ایسی ہی سابقہ کارروائیوں
کی بدولت گھٹ کر ۱۵۰۰۰ رہ گئی تھی، بھیڑوں کی چراگاہ بنا
ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۱۴ء سے لیکر ۱۸۲۰ء تک ان ۱۵۰۰۰
باشندوں تقریباً ۳۰۰۰ کنبوں کو باقاعدگی کے ساتھ مار مار کر
بھگایا گیا اور جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ ان کے
تمام گاؤں مسمار اور جلا کر خاک کر دئے گئے، ان کے سارے
کھیتوں کو چراگاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ برطانوی فوجیوں
نے اس بےدخلی کی تعمیل کرائی اور وہاں کے باشندوں سے
مارپیٹ کی۔ ایک بوڑھی عورت جھونپڑی کے جس میں سے اس
نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا تھا، شعلوں میں جلا کر ہلاک
کر دی گئی۔ اس طرح ان خاتون محترم نے ۷۹۴۰۰۰ ایکڑ
اس زمین کو ہتھیا لیا جو مدت مدید سے اس قبیلے کی ملکیت
تھی۔ نکالے ہوئے باشندوں کو انہوں نے سمندر کے کنارے
تقریباً ۶۰۰۰ ایکڑ زمین دے دی — ۲ ایکڑ فی کنبہ۔ یہ ۶۰۰۰
ایکڑ اس وقت تلک بنجر پڑے تھے اور مالکان کو کوئی آمدنی
نہیں دے رہے تھے۔ ڈچیز نے، از راہ نیک دلی، یہاں تک کیا

آئینہداری کرتی تھی۔ انگلستانی فوجوں نے جب اس بغاوت کو
کچل دیا تو اس کے بعد اسکاٹلینڈ کے ہائیلینڈ میں قبائلی نظام
درہم برہم ہونےلگا اور ''جاگیروں کی صفائی،، نے اور بھی
شدید نوعیت اختیار کرلی۔ ایڈیٹر

که کنبوں کے سربراھوں کو، جنھوں نے ان کے خاندان کے لئے صدیوں تک اپنا خون بہایا تھا، اوسطاً ۲ شلنگ ۶ پینس فی ایکڑ کے لگان پر دیا۔ چرا کر حاصل کی ھوئی قبیلوں کی ساری زمین کو انھوں نے بھیڑوں کے ۲۹ بڑے بڑے فارموں میں تقسیم کر دیا، جن میں سے ہر ایک میں ایک کنبے کو بسایا جو بیشتر انگلستان سے درآمد کئے ھوئے فارموں کے سلازمین تھے۔ ۱۸۲۵ء میں ۱۵۰۰۰ گالوں کی جگه ۱۳۱۰۰۰ بھیڑیں لے چکی تھیں۔ باقی ماندہ اصلی باشندوں نے جن کو ساحل سمندر پر پھینک دیا گیا تھا ماھی گیری سے گزراوقات کرنے کی کوشش کی۔ وہ بیک وقت بری اور بحری بن گئے اور ایک انگلستانی مصنف کے قول کے مطابق آدھے زمین پر اور آدھے پانی میں رھتے تھے اور اس کے علاوہ آدھے دونوں پر (۳۱)۔

لیکن جرأت آزما گالوں کو اپنی پرجوش عقیدت، تخئیل پرستی کا اور کوھستانوں کا کفارہ قبیلے کے ''بزرگ لوگوں،، کو ابھی اور تلخی کے ساتھ ادا کرنا تھا۔ ان کی مچھلیوں کی باس بڑے لوگوں کی ناکوں تک پہنچ گئی۔ اس میں ان کو منافع کی خوشبو آئی اور ساحل سمندر کو انھوں نے لندن کے بڑے بڑے ماھی فروشوں کو پٹے پر دے دیا۔ دوسری بار گالوں کو نکال باھر کیا گیا (۳۲)۔

لیکن انجام کار بھیڑوں کی چراگاھیں ھرنوں کی محفوظ شکارگاھوں میں تبدیل کر دی جاتی ھیں۔ ہر شخص جانتا ھے کہ انگلستان میں اصل جنگلات نہیں ھیں۔ امراء کے سبزہ زاروں میں ھرن گمبھیر گھریلو مویشی ھوتے ھیں، لندن کے مددگار میربلدہ کی طرح موٹے۔ چنانچہ اسکاٹ لینڈ ''امیروں کے چونچلوں،، کی آخری پناہ گاہ ھے۔ سومرس ۱۸۴۸ء میں کہتے ھیں: ''ھائی لینڈز میں نئے جنگلات کھمبیوں کی طرح نمودار ھو رھے ھیں۔ یہاں گئیک کے ایک پہلو میں گلینفیشی کے نئے جنگلات ھیں اور وھاں دوسرے پہلو میں آرڈ ویریکی کے نئے جنگلات۔ اسی انداز میں بلیک ماؤنٹ ھے، ایک زبردست بنجر علاقہ جو حال ھی میں نمودار ھوا ھے۔ مشرق سے مغرب تک — ابرڈین کے گردونواح سے لیکر اوبان کی گھاٹیوں تک — اب جنگلات کی ایک مسلسل

قطار ہے، جبکہ ہائی‌لینڈز کے دوسرے حصوں میں لوچ آرکائیگ، گلین گیری، گلین‌مورسٹن وغیرہ کے نئے جنگلات ہیں۔ ان تنگ گھاٹیوں میں بھیڑیں لائی گئیں جہاں پہلے چھوٹے کاشتکاروں کی بستیاں تھیں؛ اور موخرالذکر کو زمین کے زیادہ خراب اور زیادہ بنجر قطعات پر روزی حاصل کرنے کو مار بھگایا گیا تھا۔ اب بھیڑوں کی جگہ ہرن لے رہے ہیں؛ اور اب ایک بار پھر یہ چھوٹے لگان‌داروں کو محروم کئے دے رہے ہیں جو لازمی طور پر اور بھی زیادہ خراب زمین پر اور زیادہ عرق‌ریز مشقت کے لئے ہنکا دئے جائیں گے۔ ہرنوں کے بن (۳۳) اور لوگ، ان کی بقائے باہم نہیں ہوسکتی۔ دونوں میں سے ایک نہ ایک کو ہٹنا پڑیگا۔ اگلی چوتھائی صدی میں جنگلات کو تعداد اور رقبے میں بڑھنے دیجئے، جیسے کہ پچھلے ربعہ میں ہوتا رہا ہے، بس پھر گال اپنی ہی سرزمین پر ناپید ہو جائیں گے۔ ... ہائی‌لینڈز کے مالکان اراضی میں یہ تحریک بعضوں میں ہوس کے باعث پیدا ہوئی ہے... بعضوں میں شوق شکار کے باعث ... جبکہ باقی، زیادہ عملی وضع کی طبیعت رکھنے‌والے ہرنوں کا یہ کاروبار محض منافع کے نظریے سے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پہاڑی دامن جس پر جنگل لگا دیا گیا ہو، مالک اراضی کے لئے بھیڑوں کی چراگاہ کی حیثیت سے کرائے پر اٹھا دینے کی بہ‌نسبت منافع بخش ہوتا ہے ... شکاری جسے ہرنوں کا جنگل چاہئے ہوتا ہے اپنی پیش کش میں کسی اور چیز کا حساب نہیں رکھتا سوائے اپنی جیب کی گنجائش کے ... انگلستان میں نارمن بادشاہوں کی پالیسی کے باعث آئی ہوئی مصیبتوں سے ہائی‌لینڈز میں جو مصیبتیں نازل ہوئی ہیں وہ شاید ہی کم شدید ہوں۔ ہرنوں کی حدوں میں توسیع ہو گئی جبکہ لوگوں کو ہنکا کر زیادہ سے زیادہ تنگ حلقے میں محدود کر دیا گیا... لوگوں کی آزادیاں یکے بعد دیگرے تارتار کی جا رہی ہیں... اور ظلم و تشدد دن پر دن بڑھ رہا ہے۔ لوگوں کو نکالنے اور منتشر کرنے پر مالکان اراضی ایک طے‌شدہ اصول کی طرح، ایک زرعی ضرورت کی طرح عمل کر رہے ہیں، اسی طرح جیسے کہ امریکہ یا آسٹریلیا کے بیابانوں سے درختوں اور جھاڑیوں کو صاف

کیا جاتا ہے؛ اور یہ عمل خاموش، کاروباری طریقے سے جاری رہتا ہے وغیرہ۔ ،، (۳۴)

گرجاؤں کی املاک پر زبردستی قبضہ، ریاست کے علاقوں کو دھوکے بازی سے ھتھیانا، شاملات کی زمینوں کی ڈکیتی، جاگیر اور قبیلوں کی املاک ھڑپ کر جانا، اور بےدھڑک دھشت پسندی کے حالات میں اس کو جدید نجی‌ملکیت میں تبدیل کرلینا، یہ سب زمانۂ قدیم کی جمع کے محض چند مثالی طریقے ھیں۔ انھوں نے سرمایہ‌دارانہ زراعت کا میدان مارا، زمین کو سرمایے کا حصہ بنایا اور شہری صنعتوں کے لئے ''آزاد،، اور غریب الوطن پرولتاریہ کی ضروری فراھمی کا اھتمام کیا۔

پندرھویں صدی کے اواخر سے بےدخل کئے جانےوالوں کے خلاف خونی قانون۔ پارلیمنٹ کے قانون سے اجرتوں کا بالجبر کم کیا جانا

جاگیرداروں کے خادموں کے دستوں کے توڑ دئے جانے اور زمین سے لوگوں کے زبردستی بےدخل کردئے جانے سے جو پرولتاریہ بنا، اس ''آزاد،، پرولتاریہ کا اس قدر تیزرفتاری سے نوزائدہ صنعت میں کسی طرح جذب ھوجانے کا امکان ھی نہیں ھو سکتا تھا کہ جس تیزی سے اس کو دنیا میں پھینکا جا رھا تھا۔ دوسری طرف یہ لوگ جنھیں اس طرز زندگی سے جس کے وہ عادی تھے اچانک گھسیٹ لایا گیا تھا، اپنی نئی حالت کے نظم میں اسی طرح اچانک اپنے آپ کو موزوں نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک کثیر تعداد میں بھکاری، ڈاکو، آوارہ گرد بن گئے، کچھ تو طبیعت کے رجحان کے باعث، بیشتر حالات کے دباؤ کے زیراثر ۔ چنانچہ پندرھویں صدی کے آخر اور پوری سولھویں صدی کے دوران میں پورے مغربی یورپ میں آوارہ‌گردی کے خلاف خونی قوانین بنے۔

موجودہ مزدور طبقے کے اجداد کو آوارہ گرد اور قلاش بن جانے پر مجبور ہو جانے کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔ قانون سازی نے ان سے ''رضا کار،، مجرم کی حیثیت سے برتاؤ کیا اور یہ فرض کر لیا کہ پرانے حالات کے تحت جو کہ موجود نہیں تھے، کام کرتے رہنے کا انحصار خود ان کی اپنی مرضی پر تھا۔

انگلستان میں اس قانون کا آغاز ہینری ہفتم کے تحت ہوا۔

ہینری ہشتم۔ ۱۵۳۰ء: بوڑھے اور کام نہ کر سکنےوالے بھکمنگوں کو بھیک مانگنے کا اجازت نامہ ملتا ہے۔ دوسری طرف تندرست آوارہ گردوں کی بیدزنی اور سزائے قید۔ ان کو گاڑی کے پیچھے باندھ کر کوڑے لگائے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو جاتا ہے۔ پھر ان سے قسم لی جاتی ہے کہ وہ اس گاؤں جائیں گے جہاں پیدا ہوئے تھے یا پچھلے تین برس سے جہاں رہتے تھے اور ''محنت پر لگ جائیں گے،،۔ کیسی اندوھناک ستم ظریفی ہے! ہینری ہشتم کے قانون مجریہ ستائیسویں سال جلوس میں سابقہ قانون دوہرایا گیا ہے مگر نئی دفعات سے اس کو تقویت دے دی گئی۔ آوارہ گردی میں دوسری گرفتاری پر بیدزنی دوہرائی جاتی ہے اور آدھا کان کاٹ دیا جاتا ہے؛ لیکن تیسری خطا پر مجرم کو عادی جرائم پیشہ اور عام بہبودی کے دشمن کی حیثیت سے پھانسی دے دی جاتی ہے۔

ایڈورڈ ششم: اس کے سال جلوس ۱۵۴۷ء کے ایک قانون کا فرمان ہے کہ اگر کوئی کام کرنے سے انکار کرے تو وہ بطور سزا اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائیگا جس نے اس پر کاہلی کا الزام عائد کیا ہے۔ آقا غلام کو روٹی اور پانی دے گا، پتلا شوربا اور ایسا بچا کھچا گوشت جو وہ مناسب سمجھے۔ اسے حق ہوتا ہے کہ اس کو کوئی بھی کام کرنے پر، خواہ وہ کتناھی نفرت انگیز کیوں نہ ہو، کوڑے اور زنجیروں کی مدد سے مجبور کرے۔ اگر غلام ایک پندرھواڑے غیرحاضر رہے، تو اس کو عمر بھر کی غلامی کی سزا دے دی جائے اور اس کی پیشانی یا پیٹھ پر حرف S داغدیا جائے؛ اگر وہ تین مرتبہ بھاگ جائے تو اس کو سنگین مجرم قرار دیکر پھانسی دے دی

جائے ۔ آقا اس کو فروخت کر سکتا ہے، ورثے میں دے سکتا ہے، غلام کی حیثیت سے اس کو کرائے پر دے سکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کسی اور نجی سامان یا مویشی کو ۔ اگر غلام آقاؤں کے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کریں، تو بھی ان کو پھانسی دے دی جائے ۔ اطلاع ملنے پر، مقامی منصفوں کا فرض ہے کہ وہ بدمعاشوں کو ڈھونڈ نکالیں ۔ اگر ایسا ہو کہ کوئی آوارہ گرد تین دن سے بیکار گھومتا پھر رہا ہو، تو اس کو پکڑکر وہاں لیجایا جائے جہاں وہ پیدا ہوا ہو، لوھا سرخ کرکے اس کے سینے پر حرف V داغ دیا جائے اور زنجیریں باندھ کر اس سے سڑکوں پر یا مشقت کی کسی اور جگہ کام کرایا جائے ۔ اگر کوئی آوارہ گرد اپنی جائے پیدائش غلط بتا دے تو اس کو پھر عمر بھر کے لئے اس جگہ کا، اس کے باشندوں کا یا اس کی کارپوریشن کا غلام بنا دیا جائے اور اس کو حرف S سے داغ دیا جائے ۔ تمام لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آوارہ گردوں کے بچوں کو لے جائیں اور شاگردوں کی طرح رکھیں، نوجوان لڑکوں کو چوبیسویں سال تک اور لڑکیوں کو بیسویں تک ۔ اگر وہ بھاگ جائیں تو ان کو اس عمر تک اپنے آقاؤں کا غلام بن کر رہنا ہوگا جو اگر چاھیں تو ان کو زنجیروں میں باندھ کر رکھ سکتے ھیں، کوڑے مار سکتے ھیں وغیرہ ۔ ہر آقا اگر چاہے تو اپنے غلام کو زیادہ آسانی سے پہچاننے اور اس کے متعلق زیادہ یقین کے ساتھ کچھ کہنے کی غرض سے اس کی گردن، بازو یا پیر میں لوہے کا کڑا پہنا سکتا ہے (۳۰) ۔ اس قانون کے آخری حصے میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ کوئی مقام یا اشخاص کھانے، پینے کو اور کام دینے کو رضامند ہوں تو وہ غریب لوگوں کو ملازمت دے سکتے ھیں ۔ اس قسم کے بلدیاتی غلام انگلستان میں انیسویں صدی میں عرصہ‌دراز تک ''راؤنڈزمین،، کے نام سے رکھے جاتے رہے ۔

ایلیزبیتھ، ۱۵۷۲ء: ۱۴ برس کی عمر سے زیادہ کے بغیر لائسینس‌والے بھکاریوں کو کوڑے لگانے کی سخت سزا دی جائے اور اگر کوئی ان کو دو برس تک ملازمت پر نہ رکھ لے تو ان کے بائیں کان کو داغ دیا جائے؛

اگر جرم دوبارہ سرزد ہو اور وہ ۱۸ برس کی عمر سے زیادہ کے ہوگئے ہوں اور کوئی ان کو دو برس تک ملازمت پر نہ رکھ لے تو انہیں پھانسی دے دی جائے؛ مگر تیسری خطا پر ان کو سنگین مجرم کی حیثیت سے بلا ترس کھائے پھانسی دے دی جائے۔ ایسے ہی قوانین: ایلیزبیتھ کا قانون مجریہ اٹھارواں سال جلوس، باب ۱۳ اور دیگر ۱۵۹۷ء کا۔ (۳۶)

جیمز اول: جو کوئی بھی مارا مارا پھرے اور بھیک مانگے اس کو بدمعاش اور آوارہ‌گرد قرار دیا جاتا ہے۔ مقامی منصف جو مختصر اجلاس میں ہوں انہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ ان کو برسرعام کوڑے لگوائیں اور پہلے جرم پر ۶ ماہ قید کی سزا دیں، دوسرے کےلئے ۲ سال کی۔ جب وہ قیدخانے میں ہوں ان کو اتنے اور اتنی بار کوڑے لگائے جائیں جتنے اور جتنی بار مقامی منصف مناسب سمجھیں... ناقابل اصلاح اور خطرناک بدمعاشوں کے بائیں شانے پر حرف R داغ دیا جائے اور ان کو سخت مشقت دے دی جائے، اور اگر ان کو بھیک مانگتے ہوئے پھر پکڑا جائے تو بغیر ترس کھائے پھانسی دے دی جائے۔ یہ قوانین جو اٹھارویں صدی کے شروع تک نافذ رہے، ملکہ این کے قانون مجریہ بارھویں سال جلوس، باب ۲۳ کی رو سے ہی کہیں منسوخ قرار دئے گئے۔

ایسے ہی قوانین فرانس میں سترھویں صدی کے وسط تک نافذ رہے جہاں پیرس میں آوارہ گردوں (کام چھوڑ کر بھاگے ہوؤں) کی ایک سلطنت قائم ہو گئی تھی۔ لوئی شانزدھم کے عہد حکومت کے شروع میں بھی (۱۳ جولائی ۱۷۷۷ء کا حکم) ۱۶ سے ۶۰ برس تک کی عمر کے ہر تندرست آدمی کو اگر بغیر ذریعہ معاش کے پایا جائے اور وہ کوئی کاروبار نہ کرتا ہو تو اس کو غلام بناکر بادبانی جہازوں پر کام کرنے بھیج دیا جاتا۔ اسی نوعیت کے قوانین چارلس پنجم کے ندرلینڈز کے لئے (اکتوبر ۱۵۳۷ء)، ھالینڈ کی ریاستوں اور شہروں کا پہلا قانون (۱۹ مارچ ۱۶۱۴ء)، صوبجات متحدہ کا ''پلہ کات،، (۲۵ جون ۱۶۴۹ء)، وغیرہ۔

2—2547

اس طرح زراعت پیشہ لوگوں کو پہلے زمین سے زبردستی بے دخل کیا گیا، اپنے گھروں سے نکال دیا گیا، آوارہ گرد بنا دیا گیا اور پھر بے تکے دہشتناک قوانین کے بموجب کوڑے مار مارکر ، داغ داغ کر ، ایذائیں پہنچاکر ان کو اس نظم و ضبط میں لایا گیا جو اجرتی نظام کے لئے ضروری تھا۔

یہ کافی نہیں ہے کہ محنت کے حالات ایک ڈھیر میں، سرمائے کی شکل میں، سماج کے ایک سرے پر جمع کر دئے گئے ہیں، جبکہ دوسرے سرے پر ان لوگوں کا جم غفیر ہے جن کے پاس فروخت کرنے کے لئے اپنی قوت محنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ بات کافی ہے کہ اس کو وہ رضا کارانہ طور پر فروخت کرنے کو مجبور رہیں۔ سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی پیش قدمی ایک ایسے مزدور طبقے کو نشوو نما دیتی ہے جو تعلیم، روایات، عادات کی رو سے اس طرز پیداوار کو ایسے قوانین قدرت تصور کرتا ہے جو بطورخود واضح ہیں۔ پیداوار کے سرمایہ‌دارانہ عمل کی تنظیم، ایک دفعہ پوری طرح نشوو نما حاصل کر لے تو ساری مدافعت کو ختم کر دیتی ہے۔ نسبتاً فاضل آبادی کی متواتر تخلیق مزدور کی رسد اور طلب کے قانون کی تعمیل کرتی ہے اور اس لئے اجرتوں کو ایک ایسی پابند ڈگر پر رکھتی ہے کہ جو سرمائے کی ضرورتوں سے مطابقت رکھتی ہے۔ معاشی تعلقات کا غیر محسوس دباؤ مزدور کے سرمایہ‌دار کی تابعداری میں چلے جانے کے عمل کی تکمیل کر دیتا ہے۔ معاشی حالات کے علاوہ، براہ‌راست دباؤ بھی بلاشبہ استعمال ہوتا ہے، مگر محض غیرمعمولی طور پر۔ معمولی صورت حالات میں مزدور کو "پیداوار کے قدرتی قوانین" پر چھوڑا جاسکتا ہے یعنی سرمائے پہ اس کے منحصر ہونے پر، وہ انحصار جو خود پیداوار کے حالات سے پیدا ہوتا اور وہی، ازل تک اس کی ضمانت کرتے ہیں۔ ورنہ یہ سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے تواریخی ابتدا کے دوران ہوتا ہے۔ بورژوازی اپنے عروج میں اجرتوں کو "باقاعدہ رکھنے" کے لئے ریاستی اقتدار چاہتی اور اس کو استعمال کرتی ہے، یعنی ان کو ان حدود میں زبردستی لانے کے لئے جو قدر زائد بنانے کے لئے، کام کا دن طویل کرنے کے لئے اور خود مزدور

کو انحصار کے حسب معمولی درجے میں رکھنے کے لئے مناسب اور موزوں ہوں۔ زمانۂ قدیم کی جو جمع کہلاتی ہے اس کا یہ لازمی جزو ہے۔

اجرتی مزدوروں کا طبقہ، جو چودھویں صدی کے دوسرے نصف میں پیدا ہوا، ان دنوں اور اگلی صدی میں آبادی کا بہت ہی مختصر حصہ تھا، دیہات میں خود مختار کسان کے نظام ملکیت نے اس کو بخوبی اپنی حفاظت میں لیا ہوا تھا اور شہر میں هم پیشه لوگوں کی تنظیم نے۔ دیہات اور قصبات میں مالک اور مزدور سماجی اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب تھے۔ محنت کا سرمائے کے ماتحت ہونا محض رسمی تھا — یعنی خود طرز پیداوار کا ابھی تلک کوئی مخصوص سرمایہدارانہ کردار نہیں تھا۔ غیرمستقل سرمایہ مستقل سے مقدار میں بہت زیادہ تھا۔ اجرتی مزدور کی مانگ، اس لئے، سرمائے کی ہر جمع کے ساتھ تیزی کے ساتھ بڑھی، جبکہ اجرتی مزدور کی فراہمی اس کے پیچھے چلی مگر سست رفتار سے۔ قومی پیداوار کا ایک بڑا حصہ جو بعد میں سرمایہدارانہ جمع کے ذخیرے میں بدل گیا، ابھی تک مزدور کی کھپت کے ذخیرے میں شمار تھا۔

اجرتی محنت پر قانون (شروع ہی سے جس کا مقصد مزدور کا استحصال کرنا تھا اور جیسے جیسے اس کا قدم بڑھا، ہمیشہ اس کا اتنا ہی مخالف رہا) (۳۷)، ایڈورڈ سوئم، ۱۳۴۹ء کے زمانے میں مزدوروں کے قانون سے انگلستان میں شروع ہوتا ہے۔ فرانس میں ۱۳۵۰ء کا حکم نامہ، جو شاہجان کے نام سے جاری ہوا تھا، اس سے مطابقت رکھتا ہے۔ انگلستانی اور فرانسیسی قانون متوازی اور مقصد میں ایک جیسے ہیں۔ جہاں تک مزدور قوانین کا مقصد کام کے دن کو جبراً بڑھانے کا ہے، ان پر میں دوبارہ بحث نہیں کر رہا، کیونکہ اس نکتے پر اس سے قبل بحث کی جا چکی ہے (باب دہم، پانچواں حصہ)۔

مزدوروں کا قانون دارالعوام کے فوری مطالبے پر منظور کیا گیا تھا۔ ایک ٹوری کا سادہلوحی کے ساتھ کہنا ہے: ''پہلے غرباءٔ نے اتنی زیادہ اجرتیں مانگیں کہ صنعت اور دولت کو خطرہ پیدا ہوگیا۔ پھر ان کی اجرتیں اتنی کم ہیں کہ صنعت

اور دولت کو اتنا ہی، اور شاید اس سے زیادہ خطرہ ہو گیا مگر دوسرے طریقے سے۔ ،، (۳۸) قصبات اور دیہات کے لئے، اسامی کے کام اور دن کے کام کے لئے اجرتوں کی ایک شرح از روئے قانون مقرر کردی گئی۔ زراعتی مزدوروں کو سال بھر کے حساب سے اپنے آپ کو مزدوری کے لئے پیش کرنا تھا، قصباتیوں کو ''کھلی منڈی میں،،۔ از روئے قانون مقررہ اجرتوں سے زیادہ دینے کی ممانعت تھی، خلاف ورزی کی صورت میں سزائے قید مقرر تھی۔ مگر زیادہ اجرت لینے کی سزا، دینے کی بہ‌نسبت زیادہ سخت دی جایا کرتی تھی۔ (اسی طرح سے ایلیزبیتھ کے، شاگردوں کے قانون کی دفعات ۱۸ اور ۱۹ میں زیادہ اجرتیں دینےوالے کو دس دن کی قید کی سزا مقرر ہے جبکہ جو زیادہ وصول کرے اس کے لئے ۲۱ دن کی)۔ ۱۳۶۰ء کے ایک قانون نے سزاؤں میں اضافہ کردیا اور مالکوں کو اجازت دے دی کہ وہ جسمانی سزا دے کر اجرتوں کی قانونی شرح سے کام کرا سکیں۔ تمام جتھے بندیوں، ٹھیکوں، حلف ناموں وغیرہ کو جن کے بموجب راج مزدور اور بڑھئی ایک دوسرے کے پابند تھے کالعدم قرار دے دیا گیا۔ مزدوروں کی جتھے بندیوں کو چودھویں صدی سے ۱۸۲۵ء تک کہ جس سال ٹریڈیونینوں کے خلاف قوانین مسترد کئے گئے، سنگیں جرم تصور کیا جاتا رہا۔ ۱۳۴۹ء کے مزدوروں کے قانون اور اس کی شاخوں کا جذبہ اس حقیقت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ ریاست نے زیادہ سے زیادہ اجرتیں تو اپنے حکم سے مقرر کردیں مگر کم سے کم کسی حساب نہیں۔

سولھویں صدی میں مزدوروں کی حالت، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کہیں زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ نقد اجرت میں تو اضافہ ہوا، مگر مالیت زر میں کمی اور اشیائے تجارت کی قیمتوں میں اسی کے مطابق اضافے کے تناسب سے نہیں۔ اجرتیں، اس لئے، درحقیقت کم ہو گئیں۔ اس کے باوجود انھیں کم رکھنے کے قوانین ''جنھیں کوئی کسی خدمت پر مامور کرنے کو راضی نہ ہو،، ان کے کان کترنے اور داغنے کے قوانین کے ساتھ ساتھ نافذ رہے۔ شاگردوں کے متعلق ایلیزبیتھ کے قانون مجریہ پانچویں سال جلوس کے باب ۳ کے مطابق مقامی منصف کو اختیار حاصل

تھا کہ وہ بعض اجرتیں مقرر کریں اور سال کے زمانے اور جنس کی قیمتوں کے مطابق ان میں ترمیم کرتے رہیں۔ جیمز اول نے محنت کے ان قوانین کو وسعت دے کر کپڑا بننے، سوت کاتنے والوں اور مزدوروں کے تمام ممکن زمروں تک پر عائد کر دیا (۳۹)۔ جارج دوئم نے مزدوروں کی جتھے بندیوں کے خلاف قوانین کو اشیاءسازی کے تمام مرکزوں تک توسیع دےدی۔ اشیاءسازی کے عروج کے دور میں، سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار، اتنی کافی مضبوط ہو چکی تھی کہ اس نے اجرتوں کو قانون کے ذریعہ نظم و ضبط میں لانا اسی قدر ناقابل عمل کر دیا تھا جس قدر کہ غیر ضروری؛ لیکن حکمراں طبقے راضی نہیں تھے کہ بوقت ضرورت ان کے پاس پرانے اسلحہ‌خانے کے ھتھیار نہ ھوں۔ پھر بھی جارج دوئم کے قانون، مجریہ آٹھویں سال جلوس، نے لندن اور نواح میں کاریگر درزیوں کی اجرت ۲ شلنگ ۷۰ء پینس یومیہ سے زیادہ کی ممانعت کردی تھی، ماسوا عام سوگ کی صورتوں میں؛ تاھم جارج سوئم کے قانون مجریہ تیرھویں سال جلوس کے باب ۶۸ نے ریشمی کپڑا بننے‌والوں کی اجرتوں پر نظم و ضبط قائم رکھنے کی ذمہ‌داری مقامی منصف کے سپرد کر دی؛ اس پر بھی ۱۷۹۶ء میں یہ فیصلہ کرنے کے لئے اونچی عدالتوں کے دو فیصلوں کی یہ طے کرنے کے لئے ضرورت سمجھی گئی کہ اجرتوں کے متعلق مقامی منصف کے فیصلے غیرزراعت پیشہ مزدوروں کے لئے بھی واجب ھیں یا نہیں؛ پھر ۱۷۹۹ء میں پارلیمنٹ کے ایک قانون نے حکم دیا کہ اسکاٹ‌لینڈ کے کانکنوں کی اجرتیں ایلیزبیتھ کے قانون اور اسکاٹ‌لینڈ کے ۱۶۶۱ء اور ۱۶۷۱ء کے دو قانونوں کے بموجب نظم و ضبط میں لائی جائیں۔ اسی دوران میں صورت حالات کس قدر مکمل طور سے بدل گئی تھی، ایک واقعہ سے ثابت ھوتی ھے جو انگلستان کے ایوان زیریں میں پہلے کبھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ اسی جگہ کہ جہاں ۴۰۰ برس سے زیادہ تلک قوانین زیادہ سے زیادہ کے لئے، کہ جس سے اجرتیں قطعی تجاوز نہیں کرسکتی تھیں، بنائے جاتے رھے تھے، وھٹ‌بریڈ نے ۱۷۹۶ء میں زراعت پیشہ مزدوروں کے لئے ایک قانونی، کم از کم اجرت تجویز کی۔ پٹ نے اس کی مخالفت کی، مگر تسلیم کیا کہ ”غریب کی حالت

قابل رحم تھی،،۔ انجام کار ۱۸۱۳ء میں اجرتوں کو نظم و ضبط میں رکھنے کے قوانین منسوخ کر دئے گئے۔ وہ ایک بےمعنی چیز بن کر رہ گئے تھے کیونکہ اپنی فیکٹری کا نظم و ضبط سرمایہ‌دار اپنے نجی قواعد و ضوابط سے قائم کیا کرتا تھا اور کم شرحیں رکھ کر زراعت پیشہ مزدور کی اجرت ناگزیر کم از کم حد پر رکھ سکتا تھا۔ مالک اور مزدور کے درمیان معاہدوں کے بارے میں مزدور قوانین کا جہاں تک تعلق ہے، نوٹس دینے اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا تعلق ہے، جن کے بموجب معاہدے کی خلاف ورزی کرنےوالے مالک کے خلاف صرف دیوانی دعوی کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے برعکس معاہدے کی خلاف ورزی کرنےوالے مزدور کے خلاف فوج‌داری میں مقدمہ دائر کرنے کی اجازت ہے، تادم تحریر پوری طرح نافذ ہیں۔ ٹریڈیونینوں کے خلاف وحشیانہ قوانین پرولتاریہ کے دھمکی آمیز رویے کے مقابلے میں ۱۸۲۵ء میں ٹوٹے۔ اس کے باوجود وہ محض جزوی طور پر ٹوٹے۔ پرانے قانون کے بعض حسین حصے ۱۸۵۹ء میں ہی کہیں ختم ہوئے۔ آخرکار ۲۹ جون ۱۸۷۱ء کے پارلیمنٹ کے قانون نے ٹریڈیونینوں کو آئینی طور پر تسلیم کرکے اس زمرے کے قوانین کی آخری علامتیں بھی ختم کرنے کا حیلہ کیا۔ لیکن اسی تاریخ کے پارلیمنٹ کے ایک قانون (تشدد، دھمکیوں اور چھیڑخانی کرنے سے متعلق فوج‌داری کے قانون میں ترمیم کے ایک قانون) نے دراصل نئی شکل میں سابقہ صورت حال پھر سے قائم کردی۔ اس پارلیمانی شعبدے بازی کے ذریعہ ان ذرائع کو جنہیں مزدور ہڑتال یا تالہ بندی کی صورت میں کام میں لے سکتے تھے، ان قوانین میں سے نکال لیا گیا اور ان کو غیرمعمولی تعزیراتی قانون کے تحت کردیا، جس کی تعبیر کرنے کے فرائض خود مالکوں کے ہاتھ میں، مقامی منصف ہونے کے باوصف، آگئے۔ دو سال پہلے، اسی دارالعوام میں اور یہی مسٹر گلیڈسٹون، مشہور و معروف بےلاگ انداز میں مزدور طبقے کے خلاف تمام غیرمعمولی تعزیراتی قوانین کو مسترد کرنے کے لئے ایک مسودۂ قانون لیکر آئے تھے۔ مگر اس کو دوسری خواندگی سے آگے کبھی بڑھنے ہی نہیں دیا گیا اور اس طرح سے معاملے کو یہاں تک گھسیٹا گیا کہ آخرکار ”عظیم

اعتدال پسند پارٹی،، کو ٹوریوں کے ساتھ اتحاد عمل کرکے اسی پرولتاریہ کی مخالفت کرنے کی جرأت ہو گئی کہ جس نے اس کو اقتدار تک پہنچایا تھا۔ اس دغابازی سے بھی چین نہ آیا تو ''عظیم اعتدال پسند پارٹی،، نے انگلستانی ججوں کو، جو حکمران طبقوں کی خدمت کے لئے ہمیشہ سروت کا اظہار کرتے ہیں، ''سازش،، کے خلاف* پہلے کے قوانین پھر کھود کر نکال لینے اور مزدوروں کے اتحادوں پر عائد کر لینے دئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی مرضی کے خلاف اور عوام الناس کے دباؤ کے تحت ہی انگلستانی پارلیمنٹ نے ہڑتالوں اور ٹریڈیونینوں کے خلاف** قوانین کو اس کے بعد ترک کیا جبکہ وہ خود ۵۰۰ برس تک بےشرمی کے ساتھ خودپسندی دکھاتے ہوئے، مزدوروں کے خلاف سرمایہداروں کی مستقل ٹریڈیونین کی حیثیت اختیار کئے رہی۔

---

*''سازش،، کے خلاف قانون انگلستان میں قرون وسطی تک میں موجود تھا۔ اس کے مطابق ''کوئی سازشی کارروائی، اس وقت بھی جبکہ اس کے قانونی اسباب موجود ہوں،، ممنوع تھی۔ اس قانون کی بنیاد پر مزدوروں کی تنظیموں اور منتظمین کے خلاف ان کی جدوجہد کو اتحادوں کے قوانین کی منظوری سے پہلے (اگلا ذیلی حاشیہ ملاحظہ فرمائیں) اور ان کے منسوخ ہونے کے بعد، دونوں ہی صورتوں میں کچل دیا گیا تھا۔ (ایڈیٹر)

**اتحادوں کے خلاف قوانین کی جانب اشارہ ہے جو انگلستانی پارلیمنٹ میں ۱۷۹۹ء اور ۱۸۰۰ء میں منظور کئے گئے تھے اور جنھوں نے مزدوروں کی تنظیمیں قائم کرنے کی اور ان کی سرگرمی کی ممانعت کردی تھی۔ ان قوانین کو ۱۸۲۴ء میں پارلیمنٹ نے منسوخ کر دیا تھا، اگلے سال ان کے منسوخ ہونے کی توثیق کردی گئی۔ پھربھی ارباب اختیار نے مزدوروں کی یونینوں کی سرگرمی کو محدود کرنے کی اپنی سی بہترین کوشش کی۔ مثلاً مزدوروں کی یونین میں شامل ہونے یا ہڑتال میں حصہ لینے کےلئے ہلچل کرنے کو ''جبر،، اور ''تشدد،، تصور کیا جاتا اور فوجداری کے جرم کی حیثیت سے اس کی سزا دی جایا کرتی تھی۔ (ایڈیٹر)

انقلاب کے پہلے ہی طوفانوں کے دوران میں، فرانسیسی بورژوازی کو یہ جرأت ہوئی کہ اس نے مزدوروں سے وہ حق مجلس چھین لیا جو انھوں نے ابھی حال ہی میں حاصل کیا تھا۔ ۱۴ جون ۱۷۹۱ء کے ایک قانون کے بموجب مزدوروں کی تمام انجمنوں کو انھوں نے ''آزادی اور حقوق انسانی کے اعلان نامے کی مخالفت کی کوشش،، قرار دے دیا جس کی سزا ۵۰۰ لیورے جرمانہ اور اس کے ساتھ ایک سال کے لئے سر گرم شہری کے حقوق سے محرومیت تھی (۴۰)۔ یہ قانون جس نے، ریاست کے زور سے، سرمائے اور محنت کے درمیان جدوجہد کو سرمائے کے لئے مناسب اور موزوں حدوں میں پابند کردیا ہے، انقلابوں اور حکمراں خاندانوں میں تبدیلیوں کے باوجود برقرار رہا۔ عہد دہشت نے بھی اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ابھی حال ہی میں اس کو قوانین تعزیرات میں سے خارج کیا گیا ہے۔ اس بورژوا تغیر ناگہانی کے بہانے سے زیادہ کرداری خاصیت واضح کرنےوالی اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس قانون سے متعلق منتخبہ کمیٹی کے خبرنویس شدپیلے کہتے ہیں : ''مانا کہ اجرتوں کو جتنی کہ ہیں اس سے ذرا زیادہ ہونا چاہئے... جسے ملتی ہیں اس کے لئے انھیں اتنا کافی ہونا چاہئے کہ وہ ضروریات زندگی کی قلت کے باعث قطعی انحصار کی کیفیت سے آزاد رہے، اور جو کہ قریب قریب غلامی کی کیفیت جیسی ہوتی ہے،، پھر بھی مزدوروں کو ہرگز اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ خود اپنے مفادات کے متعلق کسی مفاہمت پر پہنچ جائیں، نہ مشترک طریقے سے کوئی عمل کریں اور اس طرح اپنے ''قطعی انحصار،، کو کم کر دیں ''کہ جو قریب قریب غلامی کی کیفیت جیسا ہوتا ہے،، کیونکہ، سچ پوچھئے تو، اس حرکت سے وہ ''اپنے سابقہ آقاؤں، موجودہ منتظموں کی آزادی،، کو مجروح کریں گے اور کیونکہ کارپوریشنوں کے سابقہ مالکوں کی من مانیوں کے خلاف اتحاد — اندازہ لگائیے کیا ہے! — ان کارپوریشنوں کے بحال کرنے کے مترادف ہے جنھیں فرانسیسی آئین نے ختم کر دیا ہے۔ (۴۱)

سرمایہ‌دار کاشتکار کی ابتدا

اب جبکہ ہم قانون سے خارج پرولتاریوں کے ایک طبقے کی تخلیق پر، خونی نظم و ضبط پر جس نے انھیں اجرتی مزدوروں میں تبدیل کردیا، ریاست کی حرکت نازیبا پر کہ جس نے محنت کے استحصال کے درجے میں اضافہ کرکے سرمائے کی جمع کی رفتار بڑھانے میں پولس سے کام لیا، غور کرچکے ھیں تو سوال رہ جاتا ھے: اصل میں سرمایہ‌دار آئے کہاں سے؟ کیونکہ زراعت پیشہ آبادی کی بےدخلی سے، براہ‌راست، بڑے بڑے مالکان اراضی کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ھوتا۔ لیکن جہاں تک کاشتکار کی ابتدا کا تعلق ھے، ھم اس کو، گویا کہ، گرفت میں لاسکتے ھیں کیونکہ یہ ایک سست رفتار عمل ھے، جس کا ارتقاء کئی صدیوں میں ھوتا ھے۔ زر خرید کسانوں نیز آزاد، چھوٹے چھوٹے مالکان اراضی کے پاس زمینیں نہایت مختلف شرطوں اور میعادوں کے لئے تھیں اور اس لئے وہ نہایت مختلف معاشی حالات کے تحت آزاد ھوئے۔ انگلستان میں کاشتکار کی پہلی شکل کارندے کی ھے جو خود زرخرید کسان ھوتا ھے۔ اس کی حیثیت قدیم روما کے وی‌لی‌کس کی ھوتی ھے، مگر نہایت ھی محدود دائرۂ عمل میں۔ چودھویں صدی کے دوسرے نصف میں اس کی جگہ ایک ایسا کاشتکار لے لیتا ھے جس کو زمیندار بیج، مویشی اور آلات زراعت مہیا کرتا ھے۔ اس کی حالت کسان کی حالت سے چنداں مختلف نہیں ھوتی۔ محض یہ ھوتا ھے کہ وہ زیادہ اجرتی مزدوروں کا استحصال کرتا ھے۔ جلدھی وہ بٹائی‌دار، نصف کاشتکار بن جاتا ھے۔ ساسان زراعت کا ایک حصہ پیشگی وہ دیتا ھے اور دوسرا حصہ زمیندار۔ مجموعی پیداوار کو وہ دونوں معاھدے میں مقرر کئے ھوئے تناسب کے اعتبار سے تقسیم کر لیتے ھیں۔ انگلستان میں یہ صورت جلد ھی غائب ھوجاتی ھے، اصل کاشتکار کو جگہ دینے کے لئے، کہ جو اجرتی مزدوروں کو اپنے ھاں کام پر لگا کر خود اپنے سرمائے کی افزائش کرنے لگتا ھے اور زمیندار کو لگان کے طور پر، فاضل پیداوار کا ایک حصہ،

نقد یا جنس کی صورت میں ادا کرنے لگتا ہے۔ اب تلک، پندرھویں صدی کے دوران میں، خودمختار کسان اور خود اپنے لئے نیز اجرت پر کام کرنےوالے کھیت مزدور کی حیثیت سے خود اپنی محنت سے اپنے مال و زر میں اضافہ کیا کرتے تھے، کاشتکار کے حالات اور اس کا دائرۂ پیداوار، یکساں اوسط درجے کے تھے۔ زراعتی انقلاب نے جو پندرھویں صدی کے آخری تہائی میں شروع ہوا تھا اور قریب قریب پوری سولھویں صدی کے دوران میں جاری رہا (صرف اس کے آخری دس برسوں کو چھوڑ کر) اس کی دولت میں اسی رفتار سے اضافہ کیا جس سے کہ زراعت پیشہ عام لوگوں کی مفلسی میں۔ (۴۲)

شاملات کے ہڑپ کر لئے جانے سے اس کو مویشیوں کے اپنے گلے میں، قریب قریب بغیر کچھ خرچ کئے، بڑا اضافہ کرنے کا موقع ملا جبکہ ان سے اس کو زمین کی کاشت کے لئے کھاد بڑی مقدار میں حاصل ہوئی۔ سولھویں صدی میں اس میں ایک اہم عنصر کا اضافہ ہو گیا۔ ان دنوں کھیتوں کے پٹے طویل عرصے کے، اکثر ۹۹ برس کے ہوا کرتے تھے۔ قیمتی دھاتوں اور اس وجہ سے زر کی قدر میں بتدریج اور متواتر کمی نے کاشتکار کو سنہری پھل دئے۔ ان تمام صورت حالات کے علاوہ جن سے مندرجہ بالا سطور میں بحث ہوچکی ہے، اس نے اجرتیں گھٹا دیں۔ سوخرالذکر کا ایک حصہ اب فارم کے منافعوں میں جمع ہونے لگ گیا تھا۔ اناج، اون، گوشت، مختصر یہ کہ زراعتی پیداوار کی تمام اشیأ کی قیمت میں متواتر اضافے نے کاشتکار کے نقد سرمائے میں بڑا اضافہ کیا جس کے لئے اس نے کوئی عمل نہیں کیا تھا، لگان جو اس نے ادا کیا (زر کی پرانی قدر کے مطابق حساب میں لائے جانے کے باعث) درحقیقت گھٹ گیا (۴۳)۔ اس طرح سے وہ اپنے مزدوروں اور اپنے زمینداروں دونوں کے سر مالدار بن گئے۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں سولھویں صدی کے آخر میں سرمایہ‌دار کاشتکاروں کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو اس زمانے کے حالات کے پیش نظر دولت‌مند تھا۔ (۴۴)

صنعت پر زراعتی انقلاب کا ردعمل۔ صنعتی سرمائے کے لئے گھریلو منڈی کا قیام

زراعت پیشہ آبادی کی بےدخلی اور اخراج نے جو وقفوں میں ہوا مگر بار بار پھر سے شروع ہوتا رہا، جیسا کہ ہم نے دیکھا قصبات کی صنعتوں کو پرولتاریوں کا ایک جم غفیر فراہم کیا جن کا ہم‌پیشہ لوگوں کی انجمنوں سے قطعی کوئی تعلق نہیں تھا اور جو ان کی بندشوں سے آزاد تھے؛ خوش قسمتی کی ایک ایسی صورت حال کہ جس کے متعلق بزرگ اے۔ اینڈرسن نے (جیمز اینڈرسن سے خلط‌ملط مت کیجئیگا) اپنی ”تاریخ تجارت،، میں اس عقیدے کا اظہار کیا کہ یہ براہ‌راست نتیجہ رحمت خداوندی کا ھے۔ زمانۂ قدیم کی جمع کے اس عنصر پر غور کرنے کے لئے ھمیں پھر ایک لمحے توقف کرنا چاھئے۔ خودمختار خود کفیل کسانوں کی آبادی چھدری ھوجانے سے نہ صرف صنعتی پرولتاریہ ٹوٹ کر ایک جگہ جمع ھوا، اس طریقے سے کہ جیسے جیوفری سینٹ ھیلیئر نے خلائی مادے کی ایک جگہ تکثیف کی وضاحت دوسری جگہ اس کے لطیف ھوجانے سے کی (۳۵)۔ کاشت کرنےوالوں کی تعداد میں کمی کے باوجود، مٹی نے اتنی ھی یا اس سے زیادہ پیداوار فراھم کی، کیونکہ املاک اراضی کے حالات میں انقلاب کے ساتھ ھی ساتھ کاشت کے بہتر طریقوں کو رواج ملا، زیادہ بڑا تعاون ھونے لگا، ذرائع پیداوار مرکوز ھونے لگ گئے وغیرہ اور اس وجہ سے کہ نہ صرف زراعتی اجرتی مزدوروں پر زیادہ شدت سے زور پڑ گیا (۳۶) بلکہ پیداوار کا میدان عمل جس پر وہ خود کام کیا کرتے تھے دن پر دن زیادہ سکڑ گیا۔ زراعت پیشہ آبادی کے ایک حصے کے آزاد ھونے کے ساتھ ھی ساتھ اس لئے، ان کی غذا کے سابقہ ذرائع بھی صرف ھونے سے بچ رھے۔ اب وہ غیرمستقل سرمائے کے مادی اجزاً میں تبدیل ھو گئے تھے۔

بےدخل اور بےگھر ہوجانے کے بعد کسان کو اپنی قدر اپنے نئے مالک، صنعتی سرمایہ‌دار سے اجرتوں کی شکل میں خریدنی پڑی۔ جو بات گذراوقات کے ذرائع پر صادق ہے وہی صنعت کے، جو ملک کے اندر کی زراعت پر منحصر ہوتی ہے، کچے مال پر بھی صادق آتی ہے۔ وہ مستقل سرمائے کے ایک عنصر میں تبدیل ہوگیا۔ مثلاً مان لیجئے کہ ویسٹ فالیان کے کسانوں کا، جو فریڈرک دوئم کے زمانے میں سب فلیکس کی کتائی کیا کرتے تھے، ایک حصہ زبردستی بےدخل کردیا اور زمینوں سے نکال دیا گیا اور دوسرا حصہ جو باقی بچا وہ بڑے بڑے کاشتکاروں کے ھاں اناج کے بدلے کام کرنےوالے مزدوروں میں تبدیل ہوگیا۔ اس کے ساتھ ھی ساتھ فلیکس کی کتائی اور بنائی کے بڑے بڑے کاروبار بھی قائم ہوتے ھیں جن میں وہ لوگ جو ”آزاد ہو گئے تھے،، اجرت پر کام کرنے لگتے ھیں۔ فلیکس دیکھنے میں بالکل پہلے ھی جیسا ہوتا ہے۔ اس کا ایک ریشہ بھی تبدیل نہیں ہوتا لیکن اس کے جسم میں ایک نئی سماجی روح داخل ہوگئی ہے۔ اب وہ کارخانہ‌دار مالک کے مستقل سرمائے کے ایک حصے کی تشکیل کرتا ہے۔ پہلے کئی چھوٹے چھوٹے، مال تیار کرنےوالوں میں جو اس کی کاشت خود کیا کرتے تھے اور اپنے بال بچوں کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کرکے اس کی کتائی کیا کرتے تھے، یہ بٹا ہوا تھا، اب ایک سرمایہ‌دار کے ھاتھ میں ایک جگہ جمع ہو گیا ہے جو اپنے لئے اس کو دوسروں سے کتواتا اور بنواتا ہے۔ فلیکس کی کتائی میں جو فاضل محنت صرف ہوتی وہ پہلے بہت سارے کسان کنبوں کی فاضل آمدنی کی صورت میں وصول ہو جاتی تھی یا، غالباً، فریڈرک دوئم کے زمانے میں وہ پروشیا کے راجا کو دئے جانےوالے محصولات کی شکل اختیار کرلیتی ہو۔ اب یہ چند سرمایہ‌داروں کے منافع کی صورت میں وصول ہوتی ہے۔ تکلے اور کرگھے جو پہلے پورے ملک کی سرزمین پر پھیلے پڑے تھے، اب مزدوروں کی چند بڑی بڑی باڑیوں میں، مزدوروں اور کچے مال کے ساتھ جمع ھیں۔ اور تکلے، کرگھے، کچامال اب کتائی اور بنائی کرنےوالوں کے آزادانہ وجود کے ذریعے سے تبدیل ہوکر ان پر غلبے کا اور ان میں سے وہ محنت چوس کر نکالنے

کا وسیلہ بن گئے ھیں جس کی اجرت ادا نہیں کی جاتی (۴۷)۔ بڑے بڑے کارخانوں اور بڑے فارموں کو جب دیکھتے ھیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ پیداوار کے بہت سے چھوٹے چھوٹے مرکزوں کو ایک جگہ لاکر جمع کر دینے سے ان کی ابتدا ھوئی ھے اور بہت سارے چھوٹے چھوٹے خودمختار مال تیار کرنےوالوں کی بےدخلی سے ان کی تعمیر ھوئی ھے۔ پھر بھی عام لوگوں کی قوت ادراک غلط نہیں تھی۔ شیر انقلاب، میرابو کے زمانے میں، اشیاء سازی کے بڑے بڑے مرکزوں کو ابھی مجموعہ کارگاہ کا نام دیا جاتا تھا، جیسے کہ ھم ایک جگہ جمع کئے ھوئے کھیتوں کی بات کیا کرتے ھیں۔ میرابو نے لکھا ھے: ''ھم صرف اشیاءسازی کے بڑے بڑے مرکزوں پر توجہ‌دے رھے ھیں، جن میں سیکڑوں لوگ ایک ھدایت کار کے تحت کام کرتے ھیں اور جو عرف عام میں مجموعہ کارگاہ کہلاتے ھیں۔ ان پر جہاں بہت سارے مزدور کام کرتے ھیں، ھر ایک الگ الگ، اپنے حسابوں، بمشکل کوئی توجہ دی جاتی ھے؛ ان کو دوسروں سے غیرمتعین فاصلے پر پہنچا دیا جاتا ھے۔ یہ ایک بڑی غلطی ھے کیونکہ صرف موخرالذکر ھی قومی خوش‌حالی کی ایک اھم شے ھے... بڑی کارگاہ (مجموعہ کارگاہ) تو صرف ایک یا دو کاروباریوں کو بےحساب مالامال کر دےگی، لیکن مزدور تو صرف اجرت پر کام کرنےوالے کاریگر ھوں‌گے، کم و بیش مزدوری ملےگی، اور کاروبار کی کامیابی میں ان کو کوئی حصہ نہیں ملےگا۔ علحدہ کارگاہ میں، اس کے برعکس، کوئی بھی مالدار نہیں بنےگا، لیکن بہت سے مزدور آرام سے رھیں‌گے، کفایت شعار اور محنتی تھوڑاسا سرمایہ اکٹھا کرسکیں‌گے، گھر میں خوشی کے لئے، دکھ بیماری کے لئے، اپنے لئے یا اپنے عزیزوں کے لئے کچھ بچاکر رکھ سکیں‌گے۔ کفایت شعار اور جفاکش مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ھوگا کیونکہ نیک چلنی میں، سرگرمی میں ان کو وہ ذرائع نظر آئیں‌گے جو اصل میں ان کی حالت کو بہتر کریں‌گے اور اجرت میں تھوڑے سے اضافے میں نہیں، جو کہ مستقبل کے لئے کبھی کسی اھمیت کا حامل نہیں ھوسکتا اور جس کا واحد نتیجہ یہ ھے کہ لوگ ذرا بہتر زندگی بسر کرنے کے لائق ھو

جاتے هیں لیکن محض روز به روز... بڑی بڑی کارگاهیں، بعض نجی لوگوں کے کاروبار جو مزدوروں کو روزانه اجرت دیتے هیں، اپنے لئے منافع حاصل کرنے کی غرض سے، ممکن هے که ان نجی افراد کو سهولت پهنچائیں، لیکن یه حکومتوں کی توجه کے لائق کبھی بھی نهیں هوں‌گی۔ الگ الگ کارگاهیں هی، جو بیشتر چھوٹی چھوٹی زمینوں پر کاشت کے ساتھ وابسته هوا کرتی هیں، واحد آزاد کارگاهیں هوتی هیں۔ ،، (۴۸) زراعت پیشه آبادی کے ایک حصے کی بےدخلی اور گھر سے بےگھر هونے سے صرف مزدور، ان کے ذرائع معاش اور محنت کے لئے سامان هی خالی نهیں هوئے، اس سے گھریلو منڈی بھی قائم هو گئی۔

درحقیقت جن واقعات نے چھوٹے کسانوں کو اجرتی مزدوروں میں، اور ان کے رزق اور ذرائع محنت کو سرمائے کے مادی عناصر میں تبدیل کیا انھوں نے هی اس کے ساتھ ساتھ موخرالذکر کے لئے گھریلو منڈی بھی قائم کی۔ پهلے کسان کنبه رزق اور خام اشیاء کے ذرائع پیدا کیا کرتا تھا، جس کا بیشتر حصه وه خود مصرف میں لے آیا کرتا تھا۔ خام اشیاء اور اشیائے خوردنی اب اشیائے تجارت بن گئی هیں۔ بڑا کاشتکار انهیں فروخت کرتا هے؛ اشیاءسازی کے مرکزوں میں اسے ان کی منڈی مل جاتی هے۔ سوت، کپڑا، موٹی جھوٹی اونی چیزیں — وه چیزیں جن کا کچامال هر کسان کنبے کی پهنچ میں تھا، وه انهیں اپنے استعمال کے لئے خود کاتتا اور بنتا تھا — اب صنعت کی اشیاء میں تبدیل هوگئی تھیں، جن کے لئے ملک کے اضلاع فوراً منڈیوں کا کام دینے لگے۔ بهت سارے تتربتر وه گاهک جنهیں اکا دکا دستکار، خود اپنے حسابوں کام کرکے چھوٹے پیمانے پر سامان تیار کرنےوالوں میں اب تک بنا لیا کرتے تھے، اب ایک جگه جمع هوکر صنعتی سرمائے کی مهیا کی هوئی ایک بڑی منڈی بن گئے هیں (۴۹)۔ اس طرح خود کفیل کسان کی بےدخلی کے، ذرائع پیداوار سے ان کی علحدگی کے ساتھ هی ساتھ، دیهی گھریلو صنعت کی تباهی بھی هوتی هے، اشیاء سازی اور زراعت کے درمیان علحدگی کا عمل بھی رونما هوتا هے۔ اور دیهی گھریلو صنعت کی تباهی هی کسی ملک کی اندرونی منڈی کو وه وسعت اور پائداری بخش سکتی

ہے جس کے سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کو ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بھی صحیح معنوں میں جسے اشیاءٔ سازی کی مدت کہا جاتا ہے وہ اس تبدیلی کو بنیادی اور مکمل طور پر لانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جسے صحیح معنوں میں اشیاءٔسازی کہا جاتا ہے وہ قومی پیداوار کی مملکت پر محض جزوی فرماں‌روائی حاصل کرپاتی ہے اور ہمیشہ شہری دستکاریوں، دیہی اضلاع کی گھریلو صنعت کا اپنی قطعی بنیاد کی حیثیت سے سہارا لئے رہتی ہے۔ اگر ایک صورت میں، مخصوص شاخوں میں، بعض مقامات پر وہ ان کو تباہ و برباد کر ڈالتی ہے تو دوسری جگہ کہیں وہ ان کو پھر طلب بھی کر لیتی ہے کیونکہ ایک خاص نکتے تک اس کو کچاماال تیار کرنے کے لئے ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتیوں کا ایک نیا طبقہ پیدا کرتی ہے، جو زمین کو جوتنے کا کام اپنے ذیلی پیشے کی طرح جاری رکھتے ہوئے، صنعتی محنت کو اپنا خاص پیشہ بنا لیتے ہیں کہ جس کی پیداوار کو وہ براہ‌راست یا سوداگروں کے وسیلے سے اشیاءٔسازوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اس مظہر کا یہ خاص تو نہیں مگر ایک سبب ضرور ہے جو پہلے پہل تاریخ انگلستان کے طالب علم کو چکرا دیتا ہے۔ پندرھویں صدی کے آخری تہائی زمانے سے اس کو متواتر، بیچ بیچ میں صرف کہیں کہیں ہی وقفے آتے ہیں، دیہی اضلاع میں سرمایہ‌دارانہ کاشتکاری کی دست درازیوں اور کسان کی بڑھتی ہوئی تباھی کی شکایتیں ملتی ہیں۔ دوسری طرف یہ کسان اس کو بار بار پھر آتے دکھائی دے جاتے ہیں، اگرچہ گھٹی ہوئی تعداد میں اور ہمیشہ پہلے سے زیادہ خراب حالت میں (۵۰)۔ خاص وجہ یہ ہے: انگلستان باری باری سے کبھی تو خاص اناج کی پیداوار حاصل کرنےوالا ملک ہوتا ہے، کبھی خاص طور سے مویشی پالنےوالا، اور اس کے ساتھ کسان کی کاشت کے رقبے میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ صرف جدید صنعت ہی، اور حتمی طور پر، مشینری کی صورت میں، سرمایہ‌دارانہ زراعت کی پائیدار بنیاد فراہم کرتی ہے، زراعت پیشہ آبادی کی بھاری اکثریت کو بنیادی طور پر بےدخل کر دیتی ہے، اور زراعت اور دیہی گھریلو صنعت کو جس کی جڑوں —

کتائی اور بنائی کو ـ اکھاڑ پھینکر ، ایک دوسرے سے الگ کر دینے کے عمل کو پورا کرتی ھے (۵۱)۔ اس لئے یہ پہلی بار صنعتی سرمائے کے لئے پوری گھریلو منڈی کو بھی فتح کر لیتی ھے (۵۲)۔

صنعتی سرمایہ‌دار کی ابتدا

صنعتی (۵۳) سرمایہ‌دار کا ارتقاء اتنا رفتہ رفتہ نہیں ہوا جتنا کہ کاشتکار کا۔ بلاشبہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ہم‌پیشہ انجمنوں کے سربراھوں اور اس سے بھی زیادہ خودمختار چھوٹے چھوٹے دستکاروں یا یہاں تک کہ اجرتی مزدوروں نے بھی اپنے آپ کو چھوٹا سرمایہ‌دار بنالیا اور (اجرتی محنت کے استحصال کو رفتہ رفتہ وسیع کرکے اور اسی مطابقت سے جمع بڑھا کر) پورم‌پار سرمایہ‌دار ـ سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی طفولیت میں، واقعات اسی طرح رونما ہوئے جس طرح کے قرون‌وسطی کے شہروں کی طفولیت میں جہاں اس مسئلے کا فیصلہ کہ بھاگے ہوئے زرخرید کسانوں میں سے کون آقا ھو اور کون نوکر، بڑی حد تک ان کے فرار کی تاریخ پہلے یا پیچھے ہونے سے کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کی سست رفتاری نئی عالمی منڈی کی جو کہ پندرھویں صدی کے اختتام کی عظیم‌الشان دریافتوں نے قائم کی تھی، کاروباری ضرورتوں سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن قرون‌وسطی نے سرمائے کی دو واضح صورتیں سپرد کی تھیں، جو انتہائی مختلف معاشی سماجی تشکیلوں میں پختگی حاصل کرتی ھیں اور جو سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کے عہد سے قبل اصل سرمایہ تصور کی جاتی ھیں: سودخور کا سرمایہ اور تاجر کا سرمایہ۔

''آجکل سماج کی دولت پہلے سرمایہ‌دار کے قبضے میں جاتی ھے... وہ مالک اراضی کو اس کا لگان ادا کرتا ھے، مزدور کو اس کی اجرت، محصول اور عشرہ وصول کرنے والوں کو ان کے مطالبات اور محنت کی سالانہ پیداوار کا ایک بڑا، دراصل سب سے بڑا اور متواتر بڑھتا ہوا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا ھے۔ سرمایہ‌دار کو اب ملت کی ساری دولت کا پہلا مالک کہا جاسکتا ھے،

حالانکہ اس املاک پر یہ حق اس کو کسی قانون نے نہیں دیا ہے... یہ تبدیلی سرمائے پر سود لینے سے ظہور میں آئی ہے... اور یہ بات کچھ کم عجیب نہیں ہے کہ یورپ کے تمام قانون‌سازوں نے قوانین، جیسے کہ سودخوری کے خلاف قوانین کے ذریعے اسکا حفظ ماتقدم کرنے کی کوشش کی ہے... ملک کی ساری دولت پر سرمایہ‌دار کا اختیار حق‌ملکیت میں مکمل تبدیلی ہے اور کس قانون یا سلسلۂ قوانین کی رو سے یہ عمل میں آئی؟،، (۵۴) مصنف کو یاد رکھنا چاہئے تھا کہ انقلابات قوانین کے ذریعے نہیں ہوا کرتے۔

نقد سرمائے کو جسکی تشکیل سودخوری اور تجارت سے ہوتی تھی، صنعتی سرمائے میں تبدیل ہونے سے، دیہات میں جاگیردارانہ آئین نے، شہروں میں ہم‌پیشہ‌وروں کی تنظیم نے روکا تھا (۵۵)۔ جاگیرداروں کے خادموں کے دستوں کے توڑدئے جانے سے، دیہات کی آبادی کی بےدخلی اور جزوی طور پر گھروں سے نکال دئے جانے سے یہ بندشیں غائب ہوگئیں۔ نئے اشیاءسازی کے مرکز بحری بندرگاھوں میں قائم ہوئے یا ان بری مقامات پر جو پرانی میونسپلٹیوں اور ان کی ہم پیشہ‌وروں کی تنظیموں کے حلقۂ اختیار سے باہر تھے۔ چنانچہ انگلستان میں بلدیاتی شہروں کی ان نئی صنعتی طفل گاھوں کے خلاف تلخی کے حد تک جدوجہد ہوئی۔

امریکہ میں سونے اور چاندی کی دریافت، مقامی باشندوں کی جڑ بنیاد اکھیڑنے، غلام بنانے اور کانوں کے اندر انکی تدفین سے، جزائرشرق‌الہند کے مغلوب ہوجانے اور ان میں تباھی و غارتگری شروع ہوجانے، افریقہ کو سیاہ جلدوالوں کی شکارگاہ میں تبدیل کرلینے سے سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے عہد کی صبح گلابی کی نوید ملی۔ ان دلکش واقعات کی رونمائی زمانۂ قدیم کی جمع کے لمحات عظیم ھیں۔ انہیں کے پیچھے پیچھے یورپی قوموں کی تجارتی جنگ آتی ہے جسکا میدان کرۂارض ہے۔ اس کا آغاز اسپین سے نیدرلینڈ کی بغاوت سے ہوتا ہے، جو انگلستان کی مخالف جیکوبن جنگ کا دیو قامت اختیار کرلیتی ہے اور چین کے خلاف افیمی جنگوں وغیرہ کی صورت میں اب بھی جاری ہے۔

زمانۂ قدیم کی جمع کے مختلف لمحات اب کم‌وبیش تاریخ وار تسلسل سے اپنے آپ کو تقسیم کرلیتے ہیں، خصوصاً اسپین، پرتگال، ہالینڈ، فرانس اور انگلستان پر۔ انگلستان میں سترھویں صدی کے آخر میں وہ ایک مقررہ نظام اتصال کے مطابق آتے ہیں اور نوآبادیوں، قومی قرضے، جدید انداز محصول اور نظام تحفظات کا احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان طریقوں کا انحصار جزوی طور پر وحشیانہ قوت مثلاً نوآبادیاتی نظام پر ہوتا ہے۔ مگر وہ سب ریاستی اقتدار، سماج کی مرکوزہ اور منظم قوت کا جاگیردارانہ طرز پیداوار کو سرمایہ‌دارانہ طرز میں تبدیل کرنے کے عمل میں تیزی لانے، گرم خانے کا سا انداز پیدا کرنے اور عبوری مدت کو مختصر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ہر پرانے سماج کے لئے جس کے ہاں نئے سماج کا حمل قرار پاچکا ہو، دائی کا کام قوت کرتی ہے۔ یہ بجائے خود ایک معاشی طاقت ہے۔

مسیحی نوآبادیانی نظام کے بارے میں ڈبلو۔ ہاویٹ، جنھوں نے مسیحیت میں مہارت خصوصی حاصل کرلی ہے، کہتے ہیں: ''دنیا کے ہر خطے میں ساری جگہ اور ہر قوم پر جسکو قابو میں کرسکی، نام نہاد مسیحی نسل کی بربریت اور بے دھڑک مظالم کا کرۂ ارض کے کسی بھی عہد کی کسی اور نسل کے مظالم کے متوازی قرار نہیں دیا جاسکتا خواہ وہ کتنی ہی جاہل اور کتنی ہی بے رحم اور شرم‌وحیا سے عاری کیوں نہ رہی ہو۔'' (۵۶) ہالینڈ کے نوآبادیاتی نظم‌ونسق کی تاریخ — اور ہالینڈ سترھویں صدی کی سرمایہ‌دار قوموں کا سربراہ تھا — ''دغابازی، رشوت ستانی، قتل عام اور کمینہ‌پن کے انتہائی غیرمعمولی تعلقات میں سے ایک ہے۔'' (۵۷) جاوا کے لئے غلام حاصل کرنے کی غرض سے آدمیوں کو چرانے کے ان کے طریقے سے زیادہ کرداری نوعیت کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس غرض سے آدمی چرانے والوں کو خاص تربیت دی جایا کرتی تھی۔ اس تجارت کے خاص کارکن چور، مترجم اور فروخت کرنے والے ہوا کرتے تھے، دیسی راجہ خاص فروخت کرنے والا ہوتا تھا۔ جو نوجوان چوری کئے جاتے تھے ان کو سیلے‌بس کے خفیہ قیدخانوں میں

ڈالدیا جاتا تھا حتی کہ وہ غلاموں کے جہازوں میں بھیجے جانے کے لئے تیار ہوجاتے۔ ایک سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے:
''مکاسر کا یہ شہر مثلاً خفیہ قیدخانوں سے بھرا پڑا ہے، ایک سے ایک زیادہ وحشتناک، جن میں حرص اور جوروستم کے شکار بدقسمت لوگ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور جن کو اپنے گھر والوں سے زبردستی الگ کردیا گیا ہے ٹھونس ٹھونس کر بھردئے گئے ہیں۔،، ملکا پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے ولندیزیوں نے پرتگالی گورنر کو رشوت کی پیش کش کی۔ اس نے ۱۶۴۱ء میں ان کو شہر میں داخل ہونے دیا۔ فوراً ہی وہ لپک کر اس کی رہائش‌گاہ پر پہنچے اور اسکو قتل کردیا تاکہ اسکو غداری کی قیمت ۲۱۸۷۵ پاؤنڈ کی رقم ادا کرنے سے ''چھٹی،، مل جائے۔ جہاں کہیں بھی انہوں نے قدم رکھا، تباہی اور ویرانی پیچھے پیچھے آئی۔ جاوا کے ایک صوبے بانجوانگی کی آبادی ۱۷۵۰ء میں ۸۰۰۰۰ تھی، ۱۸۱۱ء میں وہ ۸۰۰۰ رہ گئی۔ واہ ری تجارت!

انگلستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی* نے، جیسا کہ سب اچھی

---

*ایسٹ انڈیا کمپنی ــ ایک انگلستانی تجارتی کمپنی جو ۱۶۰۰ء سے لیکر ۱۸۵۸ء تک رہی۔ یہ ہندوستان، چین اور دوسرے ایشیائی ملکوں میں انگلستان کی غارتگرانہ نوآبادیاتی پالیسی کا ایک آلہٗ کار تھی۔ اٹھارویں صدی کے وسط کے بعد کے زمانے میں یہ کمپنی جس کی کمان میں ایک بری اور بحری فوج تھی، ایک طاقتور فوجی قوت کی نمائندگی کرتی تھی، جس کو انگریز نوآبادکاروں نے ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ خاصے ایک عرصے تک اس کمپنی کو ہندوستان سے تجارت پر بلاشرکت غیرے اجارہ‌داری حاصل رہی اور اس ملک پر اس کو سیاسی اقتدار حاصل رہا۔ لیکن ۱۸۵۷ء ــ ۱۸۵۹ء میں ہندوستانی قومی آزادی کی بغاوت نے انگریزوں کو اپنے نوآبادیاتی اقتدار کی صورتیں بدلنے پر مجبور کردیا: کمپنی کو ختم کر دیا گیا اور ہندوستان تاج برطانیہ کی ملکیت بن گیا۔ (ایڈیٹر)

طرح واقف ہیں، ہندوستان میں سیاسی حکمرانی کے علاوہ چائے کی تجارت کی، نیز عموماً چینی تجارت کی اور یورپ سامان لانے لیجانے کی تنہا اجارہ‌داری حاصل کرلی تھی۔ لیکن ہندوستان کی ساحلی تجارت اور جزیروں کے درمیان آپس کی اور ہندوستان کی اندرونی تجارت پر بھی کمپنی کے اعلی عہدیدار ملازموں نے اجارہ قائم کرلیا تھا۔ نمک، افیم، پان اور دوسری اشیائے تجارت کی اجارہ داریاں دولت کی لازوال کانیں تھیں۔ یہ ملازمین خود قیمتیں مقرر کیا کرتے اور بدقسمت ہندوستانیوں کو جیسے جی چاہتا لوٹا کرتے تھے۔ اس نجی لین‌دین میں گورنر جنرل حصہ وصول کیا کرتا تھا۔ اس کے منظورِنظر ایسی شرائط پر ٹھیکے حاصل کیا کرتے تھے جن کی رو سے وہ، جو کیمیاگروں سے زیادہ چالاک تھے، جہاں کچھ نہ ہوتا وہاں سے سونا بنایا کرتے۔ راتوں رات، کھمبیوں کی طرح، دولت کے انبار لگ گئے، ایک شلنگ بھی پیشگی دئے بغیر ابتدائی جمع بنتی چلی گئی۔ وارن ہیسٹنگز کا مقدمہ ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ ایک مثال دیکھئے۔ کسی سلیوان کو ہندوستان کے ایک ایسے علاقے میں جو افیم کے خطے سے بہت دور واقع تھا، سرکاری کام پر روانہ ہوتے وقت افیم کا ٹھیکہ دیدیا گیا۔ سلیوان نے اپنا ٹھیکہ ۴۰ ہزار پاؤنڈ میں کسی بن کو فروخت کردیا۔ اسی روز بن نے اسے ۶۰ ہزار پاؤنڈ میں فروخت کیا اور آخرکار جس نے یہ ٹھیکہ خرید کر پورا کیا اس نے اس سب کے بعد بڑا منافع کمایا۔ ان فردوں میں سے ایک فرد کے مطابق جو پارلیمنٹ میں پیش کی گئی تھیں، کمپنی اور اس کے ملازمین نے ۱۷۵۷ء سے ۱۷۶۶ء تک ہندوستانیوں سے بطور تحفہ ۶۰ لاکھ پاؤنڈ حاصل کئے۔ ۱۷۶۹ء اور ۱۷۷۰ء کے درمیان انگریزوں نے سارا چاول خرید کر اور اسکو بے انتہا مہنگے داموں کے علاوہ دوبارہ فروخت کرنے سے انکار کرکے ایک مصنوعی قحط تیار کیا (۵۸)۔

دیسی باشندوں سے سلوک، قدرتی طور پر، سب سے زیادہ خوفناک باغات والی ان نوآبادیات میں تھا جو صرف برآمدی تجارت کے لئے بنائی گئی تھیں جیسے کہ ویسٹ انڈیز اور مالدار اور گنجان آبادی والے ممالک جیسے کہ میکسیکو اور ہندوستان،

جن میں خوب لوٹ مچائی گئی۔ لیکن ان نوآبادیوں میں بھی کہ
جو صحیح معنوں میں نوآباد تھیں، ابتدائی جمع کی مسیحیتی خاصیت
نے اپنے آپ کو جھٹلایا نہیں۔ پروٹیسٹنٹ‌ازم کے سنجیدہ صاحبان ذوق،
نیوانگلینڈ کے کٹر صداقت‌پسندوں نے ۱۷۰۳ء میں، اپنی اسمبلی
میں قوانین پاس کرکے ہر انڈین کے کاسۂ سر پر اور لال چمڑی
کے قید کئے ہوئے ہر آدمی پر ۴۰ پاؤنڈ کا انعام مقرر کیا تھا؛
۱۷۲۰ء میں ہر کاسۂ سر پر ۱۰۰ پاؤنڈ کا انعام، ۱۷۴۴ء
میں میساچوسیٹس نے کسی ایک قبیلے کو باغی قرار دیا تھا تو
مندرجۂ ذیل دام لگائے گئے تھے: ۱۲ سال یا اس سے زیادہ عمر
کے مرد کے کاسۂ سر پر ۱۰۰ پاؤنڈ (نئی کرنسی میں)، مرد قیدی
کے لئے ۱۰۵ پاؤنڈ، قیدی عورتوں اور بچوں کے لئے ۵۵ پاؤنڈ،
عورتوں اور بچوں کے کاسۂ سر کے لئے ۵۰ پاؤنڈ۔ کچھ عشروں
بعد نوآبادیاتی نظام نے دیندار زائر اجداد کی اولاد سے جو اس
عرصے میں آمادۂ بغاوت ہوگئی تھی بدلہ لیا۔ انگریزوں کے اکسانے
پر اور انگریزوں کی تنخواہ پر لال چمڑی والوں نے اپنے ھتھیار
ٹوسھاک سے ان کے ٹکڑے کرڈالے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے خونی
کتے چھوڑنے اور سر قلم کرنے کو ''خدا کی اور قدرت کی طرف
سے ھاتھ میں دئے ہوئے وسائل،، قرار دیا۔

نوآبادیاتی نظام نے تجارت اور جہازرانی کو گرم خانے
میں پودے کی طرح پختہ کیا۔ لوتھر کی ''سوسائیٹیز مونوپولیا،،
سرمائے کو ایک جگہ مرکوز کرنے کی طاقتور وسیلہ بنیں۔
نوآبادیوں نے ابھرتے ہوئے کارخانوں کی اشیاء کےلئے منڈیاں حاصل
کردیں اور، منڈی پر اجارہ داری کے ذریعے، بڑھی ہوئی جمع۔
کھلے عام لوٹ مار کرکے، غلام بناکر اور قتل و خون کرکے
بیرون یورپ جو خزانے ھتھیائے گئے وہ مادر وطن پہنچ گئے اور
انکو سرمائے میں تبدیل کردیا گیا۔ ھالینڈ، جس نے سب سے پہلے
نوآبادیاتی نظام کو پوری طرح نشوونما دی تھی، ۱۶۴۸ء ھی
میں اپنی تاجرانہ عظمت کے انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔
''وہ مشرقی ھندوستانی تجارت اور یورپ کے جنوب مغرب اور شمال
مشرق کے درمیان کاروبار پر قریب قریب تنہا قابض تھا۔ اس کی
ماھی گیری، بحری تجارت، مصنوعات کو دوسرے ھر ایک

ملک پر سبقت حاصل ہوگئی تھی۔ اس جمہوریہ کا مجموعی سرمایہ باقی سارے یورپ کے مجموعی سرمائے کی بہ نسبت غالباً زیادہ اہم تھا۔،، گولچ یہ اور کہنا بھول گئے کہ ۱۶۴۸ء تک ہالینڈ کے لوگ باقی سارے یورپ کے مجموعی طور پر بہ‌نسبت کام کے بوجھ میں زیادہ دبے ہوئے، زیادہ مفلس اور زیادہ بےرحمی کے ساتھ مظلوم تھے۔

آج صنعتی افضلیت میں، تجارت میں فوقیت بھی شامل تصور ہوتی ہے۔ جسے صحیح معنوں میں اشیاءسازی کا دور کہتے ہیں اس میں، اس کے برعکس، تجارت میں فوقیت صنعتی فضیلت بخشتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں نوآبادیاتی نظام غالب کردار ادا کرتا ہے۔ ’’عجیب مولا تھا،، جو یورپ کے پرانے خداؤں کے ساتھ قربان‌گاہ پر گال سےگال ملا کر بیٹھ گیا اور ایک دن کیا دل میں آیا کہ ایک ہی لپیٹے میں لات مار کر سب کو ڈھیر کردیا۔ اس نے زائد قدر سازی کو نوع انسانی کا واحد مقصد و منزل قرار دیدیا۔

قرض عامہ کے یعنی قومی مقروضیت کے نظام نے، جس کی ابتدا ہمیں آج سے بہت قبل قرون وسطی میں جینوآ اور وینس میں ملتی ہے، اشیاءسازی کے دور میں عام طور پر یورپ کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ نوآبادیاتی نظام نے اپنی بحری تجارت اور تجارتی جنگوں کے ذریعے اس کے جلدی بڑھنے میں گرم خانے کی طرح مدد کی۔ چنانچہ اس کی جڑیں پہلے ہالینڈ میں مضبوط ہوئیں۔ قومی قرضے یعنی ریاست کی علیحدگی نے — خواہ مطلق العنان ہو، آئینی یا جمہوریائی — اپنی مہر سے سرمایہ‌دارانہ عہد کا آغاز کیا۔ جسے قومی دولت کہا جاتا ہے اس کا نئے زمانے کی قوموں کے اجتماعی قبضے میں درحقیقت جو حصہ داخل ہوتا ہے وہ ہے — ان کا قومی قرضہ (۵۹)۔ چنانچہ، اس کے لازمی نتیجے کی حیثیت سے یہ جدید اصول وجود میں آیا کہ کوئی قوم جس قدر زیادہ مقروض ہو وہ اسی قدر زیادہ مالدار ہوتی ہے۔ قرض عامہ سرمائے کا جزوایمان بن جاتا ہے۔ اور قومی قرض سازی کے فروغ کے ساتھ ساتھ قومی قرضے میں اعتقاد کا فقدان روح القدس کے خلاف

کلمات کفر کی جگہ لے لیتا، جس کو ممکن ہے کبھی بھی معاف نہ کیا جا سکے۔

قرضہ عامہ زمانہ قدیم کی جمع کے سب سے زیادہ طاقتور بیرموں میں سے ایک بیرم بن جاتا ہے۔ جیسے کہ جادو کی چھڑی کی ایک ضرب سے، یہ بانجھ نقدو زر کو افزائش نسل کی قوت عطا کردیتا ہے اور اس طرح سے اس کو سرمائے میں تبدیل کردیتا ہے، اور اس کو ان مشکلوں اور خطروں میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی جو اس کو صنعت میں لگانے کا یا سود پر بھی چلانے کا لازمی جزو ہے۔ ریاستی قرضے دینے والے درحقیقت دیتے کچھ نہیں کیونکہ جو رقم ادھار دی جاتی ہے اس کو سرکاری قرض ناموں میں تبدیل کرلیا جاتا ہے، جو بہ‌آسانی قابل فروخت ہوتے ھیں جو ان کے ھاتھوں میں اسی طرح چلتے رہتے ھیں جیسے کہ اتنی ھی نقد رقم۔ مگر اس سے بھی آگے، کاھل سالیانہ خوروں کے ایک طبقے کے علاوہ جو اس طرح پیدا ھوجاتا ہے، اور حکومت اور قوم کے درمیان بچولی یعنی سرمایہ کاروں کی برجستہ دولت کے علاوہ، اسی طرح محصول ادا کرنے والے کاشتکاروں، سوداگروں، نجی صنعت کاروں کے بھی علاوہ جن کے لئے ھر قومی قرضے کا خاصا بڑا حصہ آسمان سے ٹپکے ہوئے سرمائے کی طرح کام آتا ہے — قومی قرضے نے مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کو، ھر وضع کے قابل فروخت اثاثے کے کاروبار اور صرافے کا کام کرنے کو، مختصر یہ کہ اسٹاک ایکسچینج کی جوئے بازی کو اور جدید بینک کار نوکرشاھی کو فروغ دیا ہے۔

اپنے جنم کے وقت بڑے بینک جوکہ قومی ناموں سے آراستہ تھے، محض نجی سٹےبازوں کی انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، جو اپنے آپ کو حکومتوں کی بغل میں پہنچادیا کرتے اور انکو جو مراعات ملتیں ان کی بدولت ریاست کو رقم پیش کرنیکا درجہ حاصل کرلیا کرتے۔ چنانچہ قومی قرضے کا جمع ھوجانا اس سے زیادہ کوئی بےخطا کارروائی نہیں ہے کہ ان بینکوں کا سرمایہ متواتر بڑھتا رھتا ہے، جن کے مکمل ارتقاء کا آغاز ۱۶۹۴ء میں بینک آف انگلینڈ کے قیام سے ھوتا ہے۔ بینک آف انگلینڈ نے اپنا روپیہ حکومت کو ۸ فیصدی پر قرض دینے سے کاروبار شروع

کیا تھا؛ اس کے ساتھ ہی ساتھ پارلیمنٹ نے اس کو اختیار دیا تھا کہ اسی سرمائے کو بینک کے نوٹوں کی صورت میں عام لوگوں کو پھر سے ادھار دیکر اس سے رقمیں بنائے۔ اس کو اجازت تھی کہ ھنڈیوں کی ادائیگی کے لئے، سامان تجارت پر پیشگی ادائیگی کے لئے، اور قیمتی دھاتیں خریدنے کے لئے ان نوٹوں کو استعمال کرے۔ کچھ زیادہ دن نہیں لگے کہ یہ زرقرض، جو خود بینک کا اپنا بنایا ھوا تھا، وہ سکہ بن گیا جس میں بینک آف انگلینڈ ریاست کو قرض دیا کرتا تھا، اور ریاست کے حساب میں قرضہ عامہ پر سود ادا کیا۔ یہ کافی نہیں تھا کہ بینک نے ایک ھاتھ سے رقم دی اور دوسرے ھاتھ سے اس سے زیادہ وصول کرلی؛ وصولیابی کرتے ھوئے بھی وہ پیشگی دئے ھوئے آخری شلنگ تک قوم کا دائمی قرض خواہ رھا۔ رفتہ رفتہ ناگزیر طور پر وہ ملک کی دھاتوں کا سال‌خانہ اور تاجرانہ قرض حاصل کرنے کا مرکز ثقل بن گیا۔ بینک کار نوکرشاھی، سرمایہ کاروں، سودخوروں، دلالوں، رشوت خوروں وغیرہ کے پورے اس جھول کے اچانک فروغ کا ان کے ھمعصروں پر کیا اثر ھوا تھا اس کی شہادت اس زمانے کی تحریروں مثلاً بولنگ بروک کی تخلیقات سے ملتی ھے۔ (۶۰)

قومی قرضداری کے ساتھ بین‌الاقوامی ادھار کا نظام بھی شروع ھوا جس میں اکثر کسی ایک یا دوسری قوم کی زمانۂ قدیم کی جمع کے وسائل میں سے ایک وسیلہ پوشیدہ ھوتا ھے۔ چنانچہ وینیس کے چوری کے نظام کی بدمعاشیوں نے ھالینڈ کے سرمائے کی دولت کا ایک خفیہ اڈہ بنالیا تھا جس کو وینیس اپنے زوال کے دنوں میں بڑی بڑی نقد رقمیں ادھار دیا کرتا تھا۔ یہی کیفیت ھالینڈ اور انگلستان کی تھی۔ اٹھارویں صدی کے آغاز تک ھالینڈ کے اشیاءساز بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ھالینڈ اب تجارت اور صنعت کے فروغ والی قوم نہیں رہ گئی۔ اس لئے ۱۷۰۱ء—۱۷۷۶ء سے اس کے کاروبار کی اھم شاخوں میں سے ایک، سرمائے کی رقمیں ادھار دینا، خصوصاً اپنے بڑے رقیب، انگلستان کو، دینا ھے۔ آج یہی چیز انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے درمیان جاری ھے۔ اس سرمائے میں سے بہت سارا جو آج ریاستہائے متحدہ میں بغیر

سند پیدائش کے نمودار ہوتا ہے، کل انگلستان میں بچوں کا وہ خون تھا جس نے سرمائے کی صورت اختیار کرلی تھی۔

چونکہ قومی قرضے کو آمدعامہ سے سہارا ملتا ہے جسکو سود کی سالانہ ادائیگیاں ضرور ہی پوری کرنی ہوتی ہیں، وغیرہ اس لئے محصول عائد کرنے کا جدید نظام قومی قرضوں کے نظام کا لازمی تتمہ ہوتا ہے۔ قرضوں کی مدد سے حکومت غیرمعمولی اخراجات پورے کرنے کے قابل ہوجاتی ہے اور محصول ادا کرنے والوں کو اس کا فوری احساس نہیں ہوتا؛ مگر ان کی وجہ سے ضرورت درپیش ہوتی ہے کہ محصولات بڑھیں۔ دوسری طرف یکے بعد دیگرے لئے ہوئے قرضے جمع ہوجانے سے محصولات عائد کرنے میں اضافہ کرنے سے حکومت ہمیشہ مجبور ہوتی ہے کہ نئے غیر معمولی اخراجات کےلئے نئے قرضوں کا سہارا لے۔ جدید نظام مالگزاری، جس کا محور گزراوقات کے انتہائی ضروری وسائل پر محصول عائد کرنے (اور اس طرح ان کی قیمتوں میں اضافے) سے تشکیل پاتا ہے۔ اس طرح محصول عائد کرنے کا خودبخود تسلسل پیدا کرنے کا جرثومہ جدید نظام مالگزاری کے اندر موجود ہوتا ہے۔ محصول کا عائد ہونا اتفاق نہیں ہوتا بلکہ اصول بن جاتا ہے۔ اس لئے ہالینڈ میں جہاں اس نظام کا سب سے پہلے افتتاح ہوا تھا، عظیم محب‌وطن ڈے‌وٹ نے اپنی تصنیف ''قاعدے،،* میں اسے اجرتی مزدور کو فرمانبردار، کفایت‌شعار، جفاکش اور

---

*ظاہر ہے کہ مارکس ''جمہوریہ' ہالینڈ اور مغربی فرائزلینڈ کے بنیادی سیاسی اصولوں اور قاعدوں کا بیان،، کے انگریزی زبان کے ایڈیشن کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ جان ڈے‌وٹ کی تصنیف ہے اور جو ۱۶۶۲ء میں لائڈین سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں حقیقت حال یہ دریافت ہوئی کہ اس کتاب کا مصنف (ڈے‌وٹ کے لکھے ہوئے دو بابوں کے علاوہ) ایک ولندیزی معاشیات داں اور پیش‌رو صنعت‌کار، پیتر وان دین ہوف تھا (جو پیتر دلا کور کے نام سے بھی مشہور ہے)۔ (ایڈیٹر)

محنت کے بوجھ کو حد سے زیادہ اٹھانے والا بنانے کے لئے بہترین نظام کی حیثیت سے خوب سراها هے۔ مگر اجرتی مزدور کی حالت پر اسکا جو تباہ کن اثر هوتا هے، اس سے هم کو یہاں کم واسطه هے، بہ‌نسبت بالجبر بےدخلی کے، جو کسانوں، دستکاروں اور مختصر یه که نچلے درمیانی طبقے کے تمام عناصر کی، اس سے هوتی هے۔ بورژوا معاشیات دانوں میں بھی اس کے متعلق دو رائیں نہیں هیں۔ اسکی غاصبانه کارگزاری میں تحفظ کے نظام سے جو اس کے لاینفک اجزاء میں سے ایک هوتا هے، اور بھی اضافه هوجاتا هے۔

قرض عامه اور اس سے مطابقت رکھنے والے نظام مالگزاری نے دولت کو سرمائے میں تبدیل کرنے اور عوام‌الناس کو بے دخل کرنے میں جو زبردست حصه ادا کیا هے اس کے باعث بہت سے اهل قلم، جیسے کابیٹ، ڈبلڈے اور دوسرے، جدید قوموں کی مصیبتوں کا بنیادی سبب غلطی سے اسی میں تلاش کرنے لگ گئے هیں۔

تحفظ کا نظام صنعت کار بنانے کا، خود مختار مزدوروں کو بے دخل کرنے کا، قومی ذرائع پیداوار و معاش کو سرمائے میں تبدیل کرنے کا، قرون‌وسطی کی طرز پیداوار کو جدید طرز میں بدلنے کے لئے عبوری دور کو زبردستی مختصر کرنے کا ایک مصنوعی وسیله تھا۔ اس ایجاد کو پیٹینٹ کرانے کے متعلق یورپی ریاستوں نے ایک دوسرے کی تکابوٹی کرڈالی، اور، ایک بار قدر زائد بنانے والوں کی خدمت میں داخل هوکر اس مقصد کی تکمیل کی جستجو میں نه صرف اپنی قوم پر بالواسطه تحفظی محصولات کے ذریعے اور براہ‌راست برآمدی عطیوں کے ذریعے محصول عائد کردیا، بلکه انہوں نے اپنے محکوم ملکوں میں پوری صنعت کو زبردستی سے جڑ سمیت اکھاڑ پھینکا، مثلاً جیسے که انگلستان نے آئرستانی اونی صنعت کے ساتھ کیا۔ براعظم یورپ میں، کولبرٹ کی پیش کردہ مثال کے مطابق، یه عمل کہیں زیادہ ساده کردیا گیا۔ قدیمی صنعتی سرمایه یہاں جزوی طور پر براہ‌راست ریاست کے خزانے سے آیا۔ ,,کیوں،، میرابو چیختے هیں ,,کیوں اتنی دور جاؤ یه دیکھنے

کے لئے کہ جنگ سے پہلے سیکسونی کی اشیاءسازی کی عظمت کا سبب کیا تھا - ۱۸ کروڑ کا قرض جو فرمانرواؤں نے کرلیا تھا!،، (۶۱)

نوآبادیاتی نظام، قرض عامہ، بھاری محصولات، تحفظ، تاجرانہ جنگیں وغیرہ جو سچی اشیاء سازی کے دور کی اولاد ھیں، جدید صنعت کی طفلی میں زبردست پیمانے پر بڑھ جاتے ھیں - موخرالذکر کی پیدائش کا خیرمقدم معصوموں کے بہت بڑے پیمانے پر قتل عام سے کیا جاتا ھے - شاھی بحریہ کی طرح فیکٹریوں میں بھی بھرتی جبریہ پکڑ لانے والوں کے گروھوں کی مدد سے کی جاتی تھی - پندرھویں صدی کے آخری تہائی زمانے سے لیکر خود اپنے زمانے تک زمین سے زراعت پیشہ آبادی کی بےدخلی کی ھولناکیوں سے سر ایف - ایم - ایڈن جس طرح بیزار ھیں، اس عمل سے جو سرمایہ دارانہ زراعت اور ''مزروعہ اور چراگاھی زمین کے درمیان موزوں تناسب،، قائم کرنے کے لئے ''ضروری،، اس عمل سے جس اطمینان کے ساتھ وہ لطف اندوز ھوتے ھیں — اسی معاشی دوراندیشی کا وہ مگر ، اشیاء سازی کےاستحصال کو فیکٹری کے استحصال میں تبدیل ھونے کے لئے بچوں کے چرائے جانے اور بچوں کو حلقہ بگوش کرنے کی ضرورت کے سلسلے میں اور سرمائے اور قوت‌محنت کے درمیان ''صحیح تعلق،، کے قیام کے لئے اظہار نہیں کرتے - وہ کہتے ھیں : ''غالباً اس بات پر غور کرنا لوگوں کی توجہ کے قابل ھو کہ اشیاءسازی کا کوئی کارخانہ، جس کو، کامیابی کے ساتھ چلانے کےلئے، ضرورت ھوتی ھے کہ جھونپڑوں اور کارگاھوں کو غریب بچوں کی خاطر مسمار کردیا جائے؛ یہ کہ انکو باری باری رات کے زیادہ عرصے کام پر لگایا جائے اور وہ آرام ان سے چھین لیا جائے، جو اگرچہ سب ھی کے لئے ناگزیر ھوتا ھے، مگر بچوں کے لئے سب سے زیادہ؛ اور یہ کہ دونوں جنسوں کے، مختلف عمروں اور رجحانوں کے بہت سے افراد کو اس طرح سے ایک ساتھ جمع کرنا چاھئے کہ مثال کے متعدی اثر کے تحت اوباشی اور عیاشی کے علاوہ اور کوئی انجام نہ ھوسکے؛ آیا وہ انفرادی یا قومی مسرت و شادمانی میں اضافہ کرے گا؟،، (۶۲)

فلڈین کہتے ہیں: ''ڈربی‌شائر، ناٹنگھم‌شائر اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ لنکا شائر میں ان بڑی بڑی فیکٹریوں میں نئی نئی ایجاد ہونے والی مشینیں لگائی گئیں جو ایسے چشموں کے کنارے تعمیر کی گئی ہیں جو آبی پہیوں کو چلا سکتے ہیں۔ ان مقامات پر جو شہروں سے دور واقع تھے، اچانک ہزاروں لوگوں کی ضرورت اور خاص طور سے لنکاشائر کو جو اب تک نسبتاً چھدرا چھدرا آباد اور زیادہ بنجر تھا، اب صرف آبادی ہی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی ننھی اور پھرتیلی انگلیوں کی مقابلتاً بہت ہی زیادہ مانگ تھی، اس لئے فوراً ہی لندن، برمنگھم اور دوسری جگہوں کے حلقوں کی مختلف کارگاہوں سے شاگرد حاصل کرنے کا رواج پیدا ہوگیا۔ کئی کئی ہزار یہ ننھی ننھی بدنصیب مخلوق جسکی عمر سات سے تیرہ، چودہ برس تک کی ہوا کرتی تھی، شمال کی طرف بھیجی جانے لگی۔ رواج یہ تھا کہ شاگردوں کو مالک ہی کپڑے پہناتا، کھانے کو دیتا اور فیکٹری کے قریب ''شاگرد گھروں،، میں ان کو رکھتا۔ کاموں کی نگہداشت کے لئے نگراں مقرر کئے جاتے جن کا مفاد بچوں سے زیادہ سے زیادہ کام نکلوانے سے وابستہ ہوتا کیونکہ ان کی تنخواہ اس کام کی مقدار کے تناسب سے ہوتی جو وہ ان سے جبراً کرا سکتے، نتیجہ ظاہر ہے کہ بےرحمی ہوتا... اشیا‌ٔسازی کے مرکزوں کے بہت سے علاقوں میں لیکن خاص طور سے، اس قصوروار صوبے میں جسکا میں رہنےوالا ہوں (لنکا شائر) دل ہلا دینے والے مظالم اس بےضرر اور بےیارومددگار مخلوق پر کئے جاتے جو اشیا‌ٔسازی کے استادوں کے اس طرح سپرد کردئے جاتے تھے؛ بے حد مشقت سے ان کو پریشان کرکے گور سے لگا دیا جاتا... کوڑے لگائے جاتے، زنجیروں سے باندھ دیا جاتا اور انتہائی کربناک مقطع سنگ دلی سے ایذائیں پہنچائی جاتیں... بہت سی صورتوں میں ان سے اتنے فاقے کرائے جاتے کہ ہڈیاں نکل آتیں اور کوڑے مارمار کر کام پر لیجایا جاتا... یہاں تک کہ بعض صورتوں میں... وہ تنگ آکر اقدام خودکشی کر بیٹھتے... ڈربی شائر، ناٹنگھم شائر اور لنکا شائر کی حسین اور رومان‌انگیز وادیاں، جو لوگوں کی

نگاهوں سے پوشیدہ تھیں، ایذارسانیوں اور خون ناحق کے وحشت انگیز ویرانوں میں بدل گئیں ۔ اشیاء سازوں کے منافعے زبردست تھے ۔ مگر جس بھوک کو اسے تسکین دے دینی چاھئے تھی اس نے اس میں اور اضافہ ھی کردیا؛ اور اس لئے اشیاءسازی کے مرکزوں کے مالکوں نے اس طریقے کا سہارا لیا جو معلوم ھوتا تھا کہ ان کو لاانتہا منافع فراھم کرتا رھےگا؛ انہوں نے جسے اصطلاح میں ''رات پالی،، قرار دیا گیا، شروع کردی یعنی مزدوروں کے ایک جتھے سے سارا دن کام لےلے کر تھکا دینے کے بعد دوسرے تازہدم جتھے کو رات بھر کام کرنے کو لے لیا ۔ دنوالے انھیں بستروں میں جا گھستے جن میں سے رات والے ابھی نکل کر گئے تھے اور اپنی باری میں راتوالوں کو پھر وھی بستر مل جاتے جن میں سے دن کی پالیوالے صبح کو نکل کر گئے ھوتے ۔ لنکاشائر میں عام کہاوت ھے کہ بستر کبھی ٹھنڈے نہیں ھوتے ۔ ،، (٦٣)

اشیاء سازی کے زمانے میں سرمایہدارانہ پیداوار کی نشوونما اور ترقی کے ساتھ یورپ کی رائےعامہ کی غیرت اور ضمیر کی بیداری کا بچا کھچا حصہ بھی ختم ھوچکا تھا ۔ سرمایہدارانہ جمع کے ذریعہ کی حیثیت سے کام آنےوالی ھر بدنامی کے بارے میں قومیں بدخوئی کے ساتھ ڈینگیں ھانکنے لگیں ۔ مثلاً سربرآوردہ اے ۔ اینڈرسن کا سادہلوحی پر مبنی ''روزنامچہء تجارت،، پڑھئے ۔ یہاں انگلستانی فنانصرام ریاست کے ڈھول اس بات پر پیٹے گئے ھیں کہ صلحنامہ اتریخت میں انگلستان نے اسپینیوں سے معاھدۂ آسیئنتو*کے بموجب نیگرو تجارت کا اختیار حاصل کرلیا جوکہ ان دنوں افریقہ اور انگلستانی جزائر غرب الہند کے درمیان ھوتی تھی، افریقہ اور اسپینی امریکہ کے درمیان بھی ۔ اس طرح سے انگلستان نے اسپینی امریکہ کو ۱۷۴۳ء تک ۴۸۰۰ نیگرو سالانہ فراھم کرنے کا

---

*آسیئنتو — ان معاھدوں کا نام جن کے تحت سولھویں، سترھویں اور اٹھارویں صدیوں میں اسپین غیرریاستوں اور نجی طور پر لوگوں کو اپنے امریکی مقبوضات سے نیگرو تجارت کرنے کی مراعات دیا کرتا تھا ۔ (ایڈیٹر)

حق حاصل کرلیا تھا۔ ساتھ ھی ساتھ اس نے برطانوی غیرقانونی تجارت پر سرکاری پردہ بھی ڈال دیا تھا۔ غلاموں کی تجارت پر لیورپول چربی چڑھا کر موٹا ھوتا رھا۔ یہ اس کا زمانۂقدیم کی جمع کا طریقہ تھا۔ اور آج تلک لیورپول کے ''شرفا،، غلاموں کی تجارت کے گن گایا کرتے ھیں جو — آئیکن (۱۷۹۵ء) کی تصنیف سے جسکا پہلے حوالہ دیا جاچکا ھے، موازنہ کیجئے — جرائت آزما، سہم جوئی کے مترادف ھوگئی ھے، جس نے لیورپول کی تجارت کی کرداری خصوصیت حاصل کرلی ھے اور تیزرفتاری سے اس کو موجودہ خوش‌حالی کی حیثیت تک پہنچادیا ھے؛ جہازرانی اور ملاحوں کو بڑے پیمانے پر کام دینے کا باعث بنی اور ملک کی اشیاسازی کی مصنوعات کی مانگ میں بڑا اضافہ کیا ھے،، (صفحہ ۳۳۹)۔ غلاموں کی تجارت میں لیورپول نے ۱۷۰۳ء میں ۱۵ جہاز کام پر لگائے، ۱۷۵۱ء میں ۵۳، ۱۷۶۰ء میں ۷۴، ۱۷۷۰ء میں ۹۶ اور ۱۷۹۲ء میں ۱۳۲۔

انگلستان میں تو سوتی کپڑے کی صنعت نے بچوں کو غلام بنانے کو رواج دیا، ریاستہائے متحدہ میں اس نے سابقہ، کم‌وبیش کلیسائی غلامی کو کاروباری استحصال کے ایک نظام میں تبدیل کرنے کو بڑھاوا دیا۔ درحقیقت یورپ میں اجرتی مزدوروں کی ڈھکی‌چھپی غلامی کو اپنی چوکی کےلئے نئی دنیا میں صاف اور سادہ غلامی کی ضرورت تھی۔ (۶۴)

سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کے ''لازوال قوانین قدرت،، نافذ کرنے کے لئے، مزدوروں اور مزدوری کے حالات کے درمیان علیحدگی لانے کے عمل کی تکمیل کے لئے، ایک طرف تو پیداوار اور روزگار کے سماجی ذرائع کو سرمائے میں تبدیل کرکے، دوسری طرف، مقابل سرے پر عوام‌الناس کو اجرتی مزدوروں میں، جدید سماج کی مصنوعی پیداوار ''آزاد محنت‌کش غریب،، میں تبدیل کرنے کے لئے یہ ساری تکلیفیں اٹھانی ضروری تھیں (۶۵)۔ اگر بقول آگئیر (۶۶) مال‌وزر ''دنیا میں جب آتا ھے تو اسکا ایک رخسار پیدائشی خون آلود ھوتا ھے،، تو سرمایہ جب آتا ھے تو اس کے سر سے پاؤں تک، ایک ایک مسام سے خون اور غلاظت ٹپکتی ھوئی ھوتی ھے۔ (۶۷)

سرمایہ‌دارانہ جمع کا تواریخی رجحان

سرمائے کی زمانۂ‌قدیم کی جمع، یعنی اسکی تواریخی ابتدا، تبدیل ہوکر کیا صورت اختیار کرلیتی ہے؟ چونکہ یہ غلاموں اور زرخرید کسانوں کی اجرتی مزدوروں میں فوری تبدیلی نہیں ہے اور اس لئے محض ہیئتی تبدیلی نہیں ہے، چنانچہ اسکے معنی براہ‌راست پیداوار حاصل کرنے والوں کی بےدخلی ہے یعنی مالک کی محنت پر مبنی نجی املاک کا خاتمہ۔ نجی املاک، بمقابلہ سماجی، اجتماعی املاک، صرف وہاں ہوتی ہیں جہاں ذرائع‌محنت اور محنت کے خارجی حالات نجی افراد کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں۔ لیکن نجی افراد مزدور ہیں یا مزدور نہیں ہیں، اس کے مطابق نجی املاک کی مختلف خاصیتیں ہوا کرتی ہیں۔ پہلی نظر میں اسکے جو بےشمار رنگ دکھائی دیتے ہیں، وہ ان درمیانی مرحلوں سے مطابقت رکھتے ہیں جو ان دونوں سروں کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔ ذرائع پیداوار کی شکل میں مزدور کی نجی املاک چھوٹی‌موٹی صنعت کی بنیاد ہوتی ہیں خواہ وہ زراعتی ہوں، اشیاءسازی کی یا دونوں؛ چھوٹی موٹی صنعت، پھر سماجی پیداوار کی اور خود مزدور کی آزاد انفرادیت کی نشوونما کی ایک لازمی شرط ہوتی ہے۔ پیداوار کی یہ چھوٹی‌موٹی صورت بلاشبہ غلامی، زرخرید کسانوں کے نظام اور محکومیت کی دوسری حالتوں کے تحت بھی موجود رہتی ہے۔ لیکن جہاں مزدور اپنے ذرائع محنت کا خود نجی مالک ہوتا ہے اور خود ہی ان سے کام لیتا ہے وہیں اس کو فروغ حاصل ہوتا ہے، وہیں اسکو مناسب ٹکسالی صورت حاصل ہوتی ہے: اس زمین کا کسان جسے وہ خود جوتتا ہو، اس اوزار کا دستکار جسے وہ چابکدستی سے استعمال کرتا ہو۔ یہ طریقۂ پیداوار زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو اور پیداوار کے دوسرے ذرائع پھیلے ہوئے ہونے کو پہلے ہی سے موجود تصور کرلیتا ہے۔ چونکہ وہ ذرائع پیداوار کے ایک جگہ مرکوز ہونے کو خارج رکھتا ہے، اسی طرح سے وہ تعاون کو، پیداوار کے ہر علیحدہ عمل کے اندر تقسیم محنت کو، سماج کے ذریعے قدرت کی قوتوں پر نظم‌وضبط اور پیداوار دینےوالے اس کے استعمال کو اور

سماجی پیداواری قوتوں کی آزادانہ نشوونما اور ترقی کو بھی خارج کردیتا ھے۔ یہ صرف ایک ایسے نظام پیداوار اور ایسے سماج کے لئے موزوں ھوتا ھے جو تنگ اور کم وبیش اور زمانۂ قدیم کے حدود میں سرگرم عمل ھو۔ اسکو دائمی بنانا، جیسے کہ پیکور نے بجا طور پر کہا ھے، ''عالمگیر معمولی‌پن کو نافذ کرنے'' کے مترادف ھوگا۔ ارتقاء کی ایک منزل میں وہ خود اپنے تحلیل ھوجانے کے مادی وسائل کو جنم دیتا ھے۔ اس لمحے سے سماج کے سینے میں نئی قوتیں اور نئے جذبات موجزن ھوجاتے ھیں؛ لیکن پرانی سماجی تنظیم ان کو بیڑیاں پہنادیتی ھے اور انھیں دبائے رکھتی ھے۔ اسکو نیست و نابود کرنا ضروری ھوتا ھے؛ وہ نیست و نابود ھوجاتا ھے۔ اسکا نیست‌ونابود ھونا، انفرادی اور منتشر ذرائع پیداوار کا سماجی اعتبار سے مرکوز ذرائع پیداوار میں، بہت سوں کی مختصر املاک کا چند کی بہت بڑی املاک میں تبدیل ھوجانا، زمین سے، روزی کے ذرائع سے اور محنت کے ذرائع سے لوگوں کے انبوہ کثیر کا بےدخل کردیا جانا، عوام‌الناس کی یہ خوفناک اور تکلیف دہ بےدخلی سرمائے کی تاریخ کے حرف اول کا ایک جزو ھے۔ یہ جبری طریقوں کے ایک سلسلے پر مشتمل ھے جن میں سے ھم نے صرف انکا ایک سرسری سا جائزہ لیا ھے جو زمانۂ قدیم کے سرمائے کی جمع کے عہدآفرین طریقے رھے ھیں۔ براہ‌راست پیداوار حاصل کرنےوالوں کی بے دخلی نہایت بے درد تہذیب سوزی کے ساتھ اور انتہائی بدنام، انتہائی تنگدل، چھچھورے، انتہائی کمینہ پن کے قابل نفرت جذبات کی تحریک پر کی گئی۔ خود کمائی ھوئی نجی املاک کو، یعنی الگ تھلگ، خودمختار محنت کرنےوالے فرد کو اس کی محنت کے حالات میں، گویا، مدغم کرنے پر مبنی ھوتی ھے، اکھاڑ کر اسکی جگہ سرمایہ‌دارانہ نجی املاک کو نصب کردیا جاتا ھے، جو دوسروں کی نام چارے کو آزاد محنت پر یعنی اجرتی محنت پر (۶۸) مبنی ھوتی ھے۔

جیسے ھی تغیروتبدل کا یہ عمل پرانے سماج کو ایڑی سے چوٹی تک کافی گلا سڑا چکتا ھے، جیسے ھی مزدور پرولتاریوں میں تبدیل ھوجاتے ھیں، ان کے ذرائع محنت سرمائے میں، جیسے ھی سرمایہ‌دارانہ طریقۂ پیداوار اپنے پیروں پر کھڑا ھوجاتا ھے،

ویسے ہی محنت کو مزید سماجی بنانے کا عمل اور زمین اور دوسرے ذرائع پیداوار کا سماجی طور پر استحصال کی جانےوالی چیزیں اور اس‌لئے، مشترک ذرائع پیداوار میں مزید تبدیلی کرنے کا عمل نیز نجی مالکان کو مزید بےدخل کرنیکا عمل، ایک نئی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اب جسے بےدخل کرنا ہوتا ہے وہ خود اپنے لئے کام کرنےوالا محنت‌کش نہیں، بلکه بہت سے محنت‌کشوں کا استحصال کرنےوالا سرمایہ‌دار ہوتا ہے۔ اس بےدخلی کی خود سرمایه دارانه پیداوار کے طبعی قوانین کے عمل سے، سرمائے کے مرکوز ہونے میں تکمیل ہوتی ہے۔ ایک سرمایہ‌دار ہمیشه بہت سوں کو مار ڈالتا ہے۔ اس ارتکاز کے ساتھ ہی ساتھ یا چند کے ہاتھوں بہت سے سرمایہ‌داروں کی اس بےدخلی کے ساتھ ہی، روزافزوں پیمانے پر محنت کے عمل کی امداد باهمی کی صورت کی، سائنس سے شعوری طور پر ٹکنیکی استفادے کی، زمین کی ایک نظام کے مطابق کاشت کی، محنت کے آلات کی صرف ایسے آلات محنت میں تبدیلی کی جو صرف مشترک طور پر استعمال ہوسکتے ہوں، پیداوار کے تمام ذرائع کی ملی ہوئی، سماجی صورت میں بدلی ہوئی محنت کے ذرائع کی طرح استعمال سے کفایت کی، تمام قوموں کے عالمی منڈی کے جال میں پھنس جانے اور اس کے ساتھ سرمایه‌دارانه حکمرانی کے بین‌الاقوامی کردار کی نشوونما ہوتی ہے۔ سرمائے کے بڑے لوگوں کی جو تغیروتبدل کے اس عمل کے تمام فائدوں کو خود ہی هڑپ کرجاتے اور اپنا اجاره قائم کرلیتے ہیں، تعداد میں متواتر کمی کے ساتھ ساتھ، مصیبت، استبداد، غلامی، ذلت، استحصال کا ڈھیر بڑھ جاتا ہے، مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ مزدور طبقے کی، اس طبقے کی جو تعداد میں ہمیشه بڑھتا رہتا ہے اور جو نظم و ضبط کا پابند متحد ہوتا ہے وہ خود سرمایه‌دارانه پیداوار کے عمل کی مشینری کے ذریعے ہی منظم ہوتا ہے، بغاوت بھی بڑھتی رہتی ہے۔ سرمائے کی اجارہ‌داری اس طرز پیداوار کی بیڑی بن جاتی ہے جو اس کے ساتھ ہی ساتھ اور اس کے ماتحت پیدا ہوئی اور پروان چڑھی تھی۔ ذرائع پیداوار کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور محنت کا سماجی صورت اختیار کرنا آخرکار ایک ایسے نکتے پر پہنچ جاتے ہیں که وہ اپنے سرمایه‌دارانه خول میں

سما نہیں پاتے - یہ خول پھٹ پڑتا ہے - سرمایہ دارانہ نجی املاک کا وقت آخر آن پہنچتا ہے - بے دخل کرنےوالے بےدخل کردئیے جاتے ہیں -

قبضہٴ مالکانہ جمانے کی سرمایہ‌دارانہ طرز، جو سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کا نتیجہ ہوتی ہے، سرمایہ‌دارانہ نجی ملکیت کو جنم دیتی ہے - یہ انفرادی نجی ملکیت کی جو مالک کی محنت پر مبنی ہوا کرتی ہے، پہلی نفی ہے - لیکن سرمایہ دارانہ پیداوار، قدرت کے قانون جیسی سنگدلی کے ساتھ خود اپنی نفی پیدا کرتی ہے - یہ نفی کی نفی ہے - یہ پیداوار حاصل کرنےوالے کے لئے نجی ملکیت پھر سے قائم نہیں کرتی لیکن سرمایہ‌دارانہ دور کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر یعنی تعاون پر اور زمین اور ذرائع پیداوار پر مشترکہ قبضہ ہونے پر مبنی انفرادی املاک مہیا کرتی ہے -

انفرادی محنت سے ظہور میں آنے والی بکھری ہوئی نجی املاک کو سرمایہ‌دارانہ نجی املاک میں تبدیل کرنا، قدرتی طور پر ایک ایسا عمل ہے جو سرمایہ‌دارانہ نجی املاک کے تغیروتبدل کی بہ نسبت، جو عملاً سماجی کی ہوئی پیداوار کا سہارا لئے ہوئے ہوتی ہے، سماجی کی ہوئی املاک میں تبدیل کرنے کی بہ نسبت زیادہ لمبا کھنچا ہوا، تشدد آمیز اور مشکل عمل ہوا کرتا ہے - اول الذکر صورت میں چند غاصبوں نے عوام‌الناس کو بےدخل کردیا تھا، موخرالذکر میں ہمیں عوام‌الناس کے ہاتھوں چند غاصبوں کی بے دخلی ملتی ہے - (٦٩)

آبادکاری کا جدید نظریہ٭

سیاسی معاشیات اصول کے اعتبار سے دو نہایت ہی مختلف قسموں کی نجی املاک کو، جن میں سے ایک تو اشیاءٴ پیدا کرنےوالے کی خود اپنی محنت پر مبنی ہوتی ہے اور دوسری اوروں کی محنت سے کام لینے پر، باہم خلط ملط کر دیتی ہے - وہ بھول جاتی ہے کہ موخرالذکر نہ صرف براہ راست ضد ہے اول‌الذکر

کی بلکه صرف اس کی قبر پر ھی قطعی نشوونما حاصل کرتی ھے۔ مغربی یورپ میں، جو سیاسی معاشیات کا گھر ھے، زمانہ قدیم کا عمل کم‌وبیش مکمل ھوگیا ھے۔ یہاں سرمایہ‌دارانہ نظام حکومت نے یا تو قومی پیداوار کی پوری مملکت کو براہ راست فتح کرلیا ھے یا، جہاں معاشی حالات کم نشوونما پائے ھوئے ھیں، وہ کم‌ازکم بالواسطه سماج کے ان طبقوں کو، جو اگرچہ متروک طرزپیداوار سے تعلق رکھتے ھیں، اس کے پہلو بہ پہلو بتدریج فنا ھونے کی کیفیت میں، باقی رہ جاتے ھیں۔ سرمائے کی اس بنی بنائی دنیا پر، سیاسی معاشیات داں، سرمایہ‌داری سے پہلے کی دنیا سے ورثے میں ملے ھوئے قانون کے اور املاک کے تصورات کا اطلاق اتنے ھی زیادہ پرشوق شدومد سے اور اتنے ھی زیادہ جوش و خروش سے کرتا ھے جتنے زیادہ زور سے حقائق اس کے نظرئے کی مخالفت میں آواز بلند کرتے ھیں۔ نوآبادیوں میں صورت دوسری ھے۔ وھاں سرمایہ‌دارانہ نظام حکومت ھرجگہ پیداوار حاصل کرنےوالے کی مخالفت سے ٹکراتا ھے جو اپنی محنت کے حالات کا مالک ھونے کی حیثیت سے، اس محنت کو سرمایہ‌دار کے بجائے اپنے آپ کو دولتمند بنانے کےلئے کام میں لاتا ھے۔ ان دو برعکس مخالف معاشی نظاموں کا تضاد یہاں دونوں کے درمیان عملاً جدوجہد میں ظاھر ھوتا ھے۔ جہاں سرمایہ دار کی پشت پر اس کے اپنے وطن کی طاقت ھوتی ھے وھاں وہ پیداوار حاصل کرنےوالے کی خود مختارانہ محنت پر مبنی، پیداوار اور ملکیت کے طور طریق اپنے راستے سے بزور قوت ھٹانے کی کوشش کرتا ھے۔ وھی مفاد جو سرمائے کی چاپلوسی کرنےوالے، سیاسی معاشیات‌داں، کو اپنے وطن میں سرمایہ‌دارانہ طرزپیداوار کو اس کے برعکس سے نظریاتی یکسانیت کا اعلان کرنے پر مجبور کرتا ھے، ٹھیک وھی مفاد نوآبادیوں میں اس کو مجبور کرتا ھے کہ صاف صاف اقرار کرے اور پیداوار کی دونوں طرزوں کی تضاد کا بہ‌آواز بلند اعلان کرے۔ اس غرض سے وہ ثابت کرتا ھے کہ کس طرح محنت کی سماجی پیداواری قوت کا ارتقاء، تعاون، تقسیم محنت، بڑے پیمانے پر مشینوں کا استعمال وغیرہ مزدوروں کی بےدخلی، اور ان کے ذرائع پیداوار کو اسی حساب سے سرمائے میں تبدیل کئے بغیر ناممکن

ھیں - نام‌نہاد قومی دولت کے مفاد میں وہ لوگوں کی مفلسی کی ضمانت کرنے کے مصنوعی ذرائع تلاش کرتا ھے - یہاں اس کا تائیدی زرہ بکتر، گلی ھوئی سوختہ لکڑی کی طرح ریزہ ریزہ ھو کر بکھرجاتا ھے - ای - جی- ویکفیلڈ کا نوآبادیوں (۷۱) کے متعلق نئی کوئی چیز نہیں، بلکه نوآبادیوں کے اندر اپنے وطن کی سرمایہ‌دارانہ پیداوار کے حالات کے بارے میں حقیقت کو دریافت کرلینا بڑی خوبی ھے- جس طرح کے تحفظ کے نظام نے ابتدائی طور پر (۷۲) وطن میں سرمایہ‌دار مصنوعی طور پر بنانے کی کوشش کی تھی، اسی طرح سے ویکفیلڈ کے نوآباد کاری کے نظرئے نے، جسے کچھ عرصے تک انگلستان نے پارلیمنٹ کے قوانین کے ذریعے نافذ کرنے کی کوشش کی تھی، نوآبادیوں میں اجرتی مزدور گھڑنے کی کوشش کی- اس کو وہ ''باقاعدہ منظم آباد کاری،، کہتے ھیں -

سب سے پہلے ویکفیلڈ نے دریافت کیا کہ نوآبادیوں میں نقد صورت میں، ذرائع آمدنی، مشینوں اور دوسرے ذرائع پیداوار کی شکل میں املاک آدمی پر اس وقت تک ابھی سرمایہ‌دار کا ٹھپہ نہیں لگوا سکتیں جبتک کہ اس کا ملزوم — اجرتی مزدور، وہ دوسرا آدمی نہ ھو جو اپنے آپ کو خود اپنی آزادانہ مرضی کے مطابق فروخت کرنے کو مجبور ھو - انھوں نے دریافت کیا کہ سرمایہ کوئی چیز نہیں بلکہ افراد کے درمیان ایک سماجی تعلق ھے، جسے بعض ذرائع نے قائم کیا ھے (۷۳) - وہ ٹھنڈا سانس بھر کر کہتے ھیں کہ مسٹر پیل اپنے ساتھ انگلستان سے مغربی اسٹریلیا میں واقع دریائے سوان کے ساحل پر پچاس ھزار پاؤنڈ کی مالیت کا سامان خوردونوش اور ذرائع پیداوار لے گئے- اس کے علاوہ مسٹر پیل اتنے دوراندیش بھی تھے کہ مزدور طبقے کے تین‌ھزار افراد مرد، عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے - منزل مقصود پر پہنچتے ھی مسٹر پیل کے پاس ایک ملازم اتنا نہیں بچا کہ جو انکا بستر کرتا یا دریا سے ان کے لئے پانی لے آتا - ،، (۷۴) بیچارے مسٹر پیل کہ جنھوں نے ھر چیز کا بندوبست کیا سوائے دریائے سوان پر پیداوار کی انگلستانی طرزوں کو برآمد کرنے کے!

ویکفیلڈ کی مندرجہ ذیل دریافتوں کو سمجھنے کے لئے، دو تمہیدی باتیں: ہم جانتے ہیں کہ ذرائع پیداوار و معاش جب تک براہ راست پیداوار حاصل کرنےوالے کی ملکیت رہتے ہیں، سرمایہ نہیں ہوتے - وہ سرمایہ صرف ان ہی حالات کے تحت ہوجاتے ہیں جن میں وہ ساتھ ہی ساتھ مزدوروں کے استحصال اور محکومیت کا ذریعہ بھی ہوجاتے ہیں - لیکن سیاسی معاشیات‌داں کے ذہن میں ان کی یہ سرمایہ‌دارانہ روح مادی شے سے اس قدر قریبی طور پر وابستہ ہوتی ہے کہ وہ ان کو تمام صورت حالات میں، ان میں بھی جبکہ وہ اس کے قطعی برعکس ہوتے ہیں، سرمائے کا نام دیدیتا ہے - یہی حالت ویکفیلڈ کی ہے - مزید یہ کہ: بہت سے خودمختار مزدوروں کی جو خود اپنے حسابوں کام کرتے ہوں، انفرادی املاک کے ذرائع پیداوار میں تقسیم کو وہ سرمائے کی مساوی تقسیم کہتے ہیں - سیاسی معاشیات کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو جاگیرداری کے دلدادہ قانون داں کے ساتھ ہوتا ہے - موخرالذکر نے خالص مالی تعلقات پر وہ نام چسپاں کردئے جو انہیں جاگیردارانہ قانون نے مہیا کئے تھے -

ویکفیلڈ کہتے ہیں کہ ''اگر سماج کے تمام اراکن کو سرمائے کے برابر کے حصے کی ملکیت رکھنےوالا تصور کرلیا جائے... تو کسی بھی شخص کو تحریک نہیں ہوگی کہ وہ اس سے زیادہ سرمایہ جمع کرے جتنا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے خرچ کرسکے - نئی امریکی بستیوں میں کسی حد تک یہی صورت حال ہے جہاں زمین کی ملکیت کا پرجوش شوق اجرت پر حاصل ہونےوالے مزدوروں کے زمرے کے وجود میں مانع ہوتا ہے - '' (۵۷) چنانچہ جب تلک مزدور اپنے لئے سرمایہ‌دارانہ جمع حاصل کرسکتا ہے — اور یہ وہ اس وقت تک کرسکتا ہے جب تک کہ وہ ذرائع پیداوار کا مالک رہے — سرمایہ‌دارانہ جمع اور سرمایہ‌دارانہ طرزپیداوار ناممکن ہیں - اجرتی مزدوروں کے طبقے کا، جو ان کے لئے ضروری ہے، فقدان ہوتا ہے - تو پھر پرانے یورپ میں مزدور کی، اس کی محنت کے حالات سے یعنی سرمائے اور اجرتی مزدور کی بقائے باہم سے، بےدخلی کس طرح انجام دی گئی؟ قطعی نئی وضع کے سماجی اقرار نامے سے - ''نوع انسانی نے... سرمائے کی جمع کو فروغ دینے

کی ایک آسان ترکیب... اختیار کرلی ہے،، جو بلاشبہ حضرت آدم کے زمانے سے اس کے تصور میں اپنے وجود کے قطعی انجام کی حیثیت سے پھر رہی ہے: ''اس نے اپنے آپ کو سرمائے کے مالکوں اور محنت کے مالکوں میں تقسیم کرلیا ہے... یہ تقسیم رضاورغبت سے ہوئی ہے،، (۷٦)۔ مختصر یہ کہ نوع انسانی کے ایک جم‌غفیر نے ''سرمائے کی جمع،، کے اعزاز میں اپنے آپ کو بےدخل کرادیا۔ اب، ممکن ہے کوئی سوچے، کہ والہانہ ایثار کے اس جذبے کا نوآبادیوں میں خاص طور پر پورے زور شور سے اظہار ہوگا کیونکہ صرف وہیں ایسے لوگ اور حالات ہوتے ہیں جو ایک سماجی اقرارنامے کو خواب سے حقیقت میں بدل سکتے ہیں۔ لیکن پھر ''منظم نوآباد کاری،، کو اپنے برعکس کی، بلا ارادہ، غیرمنضبط نوآباد کاری کی جگہ لینے کو کیوں طلب کیا جائے؟ لیکن — لیکن — ''امریکی وفاق کی شمالی ریاستوں میں، اس میں بھی شک ہوگا کہ سارے لوگوں کا دسواں حصہ بھی اجرتی مزدوروں کی تعریف میں آسکے گا... انگلستان میں... محنت کش طبقہ لوگوں کے بہت بڑے حصے کی تشکیل کرتا ہے،، (۷۷)۔ نہیں، اپنے آپ کو بےدخل کر دینے کا جذبہ، محنت کش نوع انسانی کا، سرمائے کی شان دو بالا کرنے کی غرض سے، اس قدر قلیل مقدار میں موجود ہے کہ خود ویکفیلڈ کے قول کے مطابق، نوآبادیاتی دولت کی واحد قدرتی بنیاد، غلامی ہے۔ ان کی منظم نوآبادکاری محض ایک کام چلاؤ ترکیب ہے، کیونکہ بدقسمتی سے انہیں واسطہ آزاد لوگوں سے ہے، غلاموں سے نہیں، ''سینٹ دومنگو میں جا کر آباد ہونےوالے سب سے پہلے اسپینیوں نے مزدور اسپین سے نہیں منگوائے تھے۔ لیکن مزدوروں کے بغیر ان کا سرمایہ ختم ہوگیا ہوتا، یا، کم‌ازکم، جلدھی گھٹ کر اتنی قلیل مقدار میں رہ گیا ہوتا کہ جو ہر شخص انفرادی طور پر کام میں لگا سکتا۔ انگریزوں کی آباد کی ہوئی آخری نوآبادی — دریائے سوان کی بستی — میں واقعی ایسا ہوا، کہ جہاں ڈھیروں سرمایہ، بیج، آلات زراعت، مویشی، انہیں استعمال میں لانے والے مزدوروں کی قلت کے باعث برباد ہوگئے اور جہاں جا کر بسنےوالا کوئی فرد بھی اس سے

زیادہ سرمایہ محفوظ نہیں رکھ سکا جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے استعمال میں لاسکا۔ (۷۸)

ہم دیکھ چکے ہیں کہ عوام‌الناس کی زمین سے بےدخلی سرمایہ‌دارانہ طرز پیداوار کی بنیاد بنتی ہے۔ ایک آزاد نوآبادی کا لب‌لباب، اس کے برعکس، یہ ہوتا ہے — کہ زمین کا بہت بڑا حصہ اب بھی عام لوگوں کی ملکیت ہوتا ہے، اور اس لئے اس پر آباد ہونےوالا ہر فرد اس کے ایک حصے کو نجی ملکیت اور پیداوار کے انفرادی ذرائع میں تبدیل کرسکتا ہے، ساتھ ھی بعد میں آکر آباد ہونے والوں کے راستے میں بغیر کوئی رکاوٹ ڈالے ہوئے (۷۹)۔ نوآبادیوں کی خوش‌حالی اور ان کے پرانے عیب — سرمائے کے قیام کی مخالفت، دونوں کا یہی راز ہے۔ ”جہاں زمین بہت ھی سستی ہے اور تمام لوگ آزاد ہیں، جہاں ہر شخص اگر چاہے تو اپنے لئے قطعہ اراضی بہ‌آسانی حاصل کرسکتا ہے، نہ صرف مزدوری، پیداوار میں مزدور کے حصے کے اعتبار سے، بڑی مہنگی ہے، بلکہ کسی قیمت پر مشترکہ مزدور حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔“ (۸۰)

چونکہ نوآبادیوں میں مزدوروں کو محنت کے حالات اور ان کی جڑ یعنی زمین سے علیحدگی کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہے یا محض کہیں کہیں، بہت ھی محدود پیمانے پر ہے، اسی لئے نہ تو صنعت سے زراعت کو علیحدہ کرنے کا وجود ہوتا ہے نہ کسانوں کی گھریلو صنعت کو تباہ کرنے کا۔ تو پھر سرمائے کے لئے گھریلو منڈی کہاں سے آئے؟ ”امریکہ کی آبادی کا کوئی حصہ قطعی طور پر زراعت پیشہ نہیں ہے، سوائے غلاموں اور انکو ملازم رکھنے والوں کے جو مخصوص کاموں میں سرمائے اور محنت کو ملالیتے ہیں۔ آزاد امریکی جو زمین کی کاشت کرتے ہیں، بہت سے دوسرے پیشے بھی اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ فرنیچر اور اوزاروں کا ایک حصہ جو وہ استعمال میں لاتے ہیں عموماً ان کا اپنا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر اپنے مکان وہ خود ھی بناتے ہیں اور اپنی صنعت کی پیداوار کو منڈی میں خود ھی لیجاتے ہیں، خواہ وہ کتنی ھی دور کیوں نہ ہو۔ وہ سوت کاتتے اور کپڑا بنتے ہیں؛ وہ صابن اور موم‌بتیاں بناتے ہیں، نیز بہت سی صورتوں میں، اپنے استعمال کے جوتے اور کپڑے بھی۔ امریکہ

میں زمین کی کاشت کسی لوہار، آٹا پیسنے کی چکی کے مالک یا دوکاندار کا ثانوی پیشہ ہوا کرتا ہے۔،، (۸۱) ان جیسے عجیب‌وغریب لوگوں کے ہاں سرمایہ‌داروں کے لئے ’’ایثار کرنے کا میدان عمل،، کہاں ہے؟

سرمایہ‌دارانہ پیداوار کی بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ یہ اجرتی مزدوروں کو متواتر پھر سے اجرتی مزدور بناتی رہتی ہے بلکہ سرمائے کی جمع کی مناسبت سے، اجرتی مزدوروں کی ہمیشہ نسبتاً فاضل آبادی تیار کرتی رہتی ہے۔ اس طرح سے مزدوروں کی رسد اور طلب کے قانون کو صحیح ڈگر پر رکھا جاتا ہے، اجرتوں کی کمی‌بیشی کو ان حدود میں گھیرے رکھا جاتا ہے جو سرمایہ‌دارانہ استحصال کے لئے اطمینان بخش ہوں، اور آخری بات یہ کہ سرمایہ‌دار پر مزدور کا سماجی انحصار، جو ایک ناگزیر ضرورت ہے، محفوظ رہے؛ انحصار کا وہ صریحی تعلق جس کو گھر میں وطن کا، تنگ نظر سیاسی معاشیات‌داں جادو کے زور سے خریدار اور بیچنے والے کے درمیان، اشیائے تجارت کے برابر کے خود مختار مالکوں، تجارتی سرمائے کے مالک اور تجارتی محنت کے مالک کے درمیان آزاد اقرارنامے میں بدل سکتا ہے۔ لیکن نوآبادیوں میں یہ حسین تصور پاش پاش ہوجاتا ہے۔ یہاں کل آبادی وطن کی بہ‌نسبت زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتی ہے کیونکہ اس دنیا میں بہت سے مزدور بنے بنائے بالغوں کی طرح داخل ہوتے ہیں، اور پھر بھی مزدور منڈی میں ہمیشہ مال کی کمی رہتی ہے۔ مزدور کی رسد اور طلب کا قانون پاش پاش ہوجاتا ہے۔ ایک طرف پرانی دنیا استحصال اور ’’ایثار،، کی پیاس میں سرمایہ متواتر جھونکتی رہتی ہے؛ دوسری طرف اجرتی مزدور کی اجرتی مزدوروں کی طرح باقاعدہ تجدید ان رکاوٹوں سے ٹکراتی ہے جو انتہائی بیہودہ اور جزوی طور پر ناقابل تسخیر ہوتی ہیں۔ اجرتی مزدوروں کی پیداوار کا جو سرمائے کی جمع کے تناسب کے اعتبار سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہے، کیا بنتا ہے؟ آج کا، اجرتی مزدور کل کا ایک خودمختار کسان، یا دستکار ہوتا ہے جو خود اپنے لئے کام کیا کرتا ہے۔ مزدور منڈی سے غائب ہوجاتا ہے مگر کارگاہ میں جاکر نہیں۔ اجرتی مزدوروں کی خودمختارانہ

پیداوار حاصل کرنے والوں میں متواتر تبدیلی، جو سرمائے کے بجائے خود اپنے لئے کام کرتے اور سرمایہ‌دار حضرات کے بجائے اپنے آپ کو مالدار بناتے ھیں، اپنی باری میں مزدور منڈی کے حالات پر نہایت ناموافق اثر ڈالتی ھے - صرف یہی نہیں ھوتا کہ اجرتی مزدور کے استحصال کا درجہ ناشائستہ حد تک کم رھتا ھے - اجرتی مزدور تابعداری کے تعلق کو گنوانے کے ساتھ ساتھ رونگھن میں پرھیزگار سرمایہ‌دار پر انحصار کے جذبے کو بھی کھو بیٹھتا ھے - یہی وجہ ھے ان تمام زحمتوں کی جو ھمارے ای - جی - ویکفیلڈ اس قدر جیالے بن کر، اس قدر قادرکلامی کے ساتھ، اس قدر حسرتناک انداز میں پیش کرتے ھیں -

اجرتی مزدور کی فراھمی کے بارے میں وہ شکایت کرتے ھیں کہ یہ نہ تو متواتر ھے، نہ باقاعدہ، نہ کافی - ’’مزدوروں کی فراھمی ھمیشہ نہ صرف کم بلکہ غیر یقینی ھوتی ھے - ‘‘ (۸۲) ’’سرمایہ‌دار اور مزدور کے درمیان تقسیم‌شدہ پیداوار چاھے زیادہ ھو، مزدور اس قدر بڑا حصہ لیجاتا ھے کہ جلدی ھی وہ بھی سرمایہ‌دار بن جاتا ھے... چند ان میں سے بھی جن کی عمریں غیرمعمولی طور پر طویل ھوتی ھیں، دولت کے بڑے انبار جمع کرسکتے ھیں - ‘‘ (۸۳) مزدور سرمایہ‌داروں کو اپنی محنت کے زیادہ بڑے حصے کی اجرت دینے کو قربان کرنے کی نہایت واضح طور پر اجازت نہیں دیتے - وہ اگر یہ چالاکی کرے کہ یورپ سے خود اپنے اجرتی مزدور خود اپنا سرمایہ صرف کرکے درآمد کرے تو اس سے بھی اس کو کچھ حاصل نہیں ھوتا - جلدھی وہ ’’اجرت پر کام کرنےوالے مزدور... نہیں رہ جاتے ؛ وہ... اگر مزدور منڈی میں اپنے سابق آقاؤں کے مدمقابل نہیں تو خود مختار مالکان اراضی بن جاتے ھیں - ‘‘ (۸۴) اس اندھیر پر تو غور فرمائیے! اعلی درجے کے سرمایہ‌دار نے خود اپنی نیک کمائی خرچ کرکے یورپ سے خود اپنے مدمقابل مجسم درآمد کرلئے! دنیا کی آخری گھڑی آن‌پہنچی ھے! کوئی تعجب کی بات نہیں ھے کہ ویکفیلڈ فریاد کررھے ھیں کہ نوآبادیوں کے اجرتی مزدوروں میں انحصار اور منحصر رھنے کے تمام جذبات کا فقدان ھے - ان ھی

کے چیلے، میری‌ویل، کہتے ہیں کہ اجرتوں کی مہنگائی کے باعث نوآبادیوں میں ''زیادہ سستے اور زیادہ فرمانبردار مزدوروں کی فوری ضرورت ہے — ایک ایسے طبقے کے لئے کہ جس سے سرمایہ‌دار اپنی شرائط حکماً منوا سکے، بجائے اس کے کہ وہ اس سے اپنی بات حکماً منوائے... قدیم، تہذیب یافتہ ملکوں میں مزدور، اگرچہ آزاد ہوتا ہے، مگر قانون قدرت کی رو سے سرمایہ داروں کا محکوم؛ نوآبادیوں میں یہ محکومیت مصنوعی ذرائع سے پیدا کرنی ضروری ہے...'' (۸۵)

ویکفیلڈ کے بیان کے بموجب نوآبادیوں میں اب اس افسوسناک صورت حال کا نتیجہ کیا ہوا ہے؟ پیداوار حاصل کرنےوالوں اور قومی دولت کا ''غیر مہذبانہ رجحان انتشار'' (۸۶) - بے شمار مالکوں میں جو اپنے حسابوں کام کر رہے ہوں ذرائع پیداوار کو الگ الگ کرکے تقسیم کرنے سے سرمائے کے ایک مرکز پر جمع ہوجانے کے ساتھ ساتھ، مل جل کر کی جانے والی محنت کی تمام بنیادیں بھی ختم ہوجاتی ہیں - ہر طویل اور پیچ در پیچ کام، جو کئی برسوں میں پھیلا ہوا ہو، جامد سرمایہ لگائے جانے کا طالب ہو، تعمیل نہیں ہوپاتا - یورپ میں سرمایہ ایک لمحے کی بھی ھچکچاھٹ کے بغیر لگ جاتا ہے کیونکہ مزدور طبقہ اس کا جیتا جاگتا سامان ہے، ہر وقت فاضل، ہر وقت مہیا - لیکن نوآبادیوں میں! ویکفیلڈ نے نہایت ھی المناک قصہ سنایا ہے - وہ کینیڈا اور ریاست نیویارک کے جہاں آنے والے مہاجرین کی لہر عموماً ٹھیر جاتی ہے اور ''فاضل'' مزدوروں کا تلچھٹ بچ جایا کرتا ہے، کچھ سرمایہ‌داروں سے بات‌چیت کررہے تھے - اس رقت انگیز تمثیل کے کرداروں میں سے ایک کہتا ہے ''ہمارا سرمایہ بہت سے عوامل کے لئے جنھیں انجام پانے کے لئے خاصی مدت درکار ہوتی ہے، تیار پڑا تھا؛ لیکن ایسے عوامل ہم ایسے مزدوروں کو ساتھ لیکر شروع نہیں کرسکتے تھے، جو ہم جانتے ہیں کہ جلد ھی ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے - اگر ہمیں یقین ہو کہ ایسے مہاجرین میں سے مزدوروں کو ہم روکے رکھ سکیں گے تو ان کو ہم نے بخوشی ملازمت دیدی ہوتی اور زیادہ شرح اجرت پر؛ اور اس کو ہم ملازمت اس صورت میں بھی

دیدیتے کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے بشرطیکہ ہمیں یقین ہوتا کہ جب کبھی ضرورت ہوگی تازہ رسد مہیا ہوجائے گی۔ ،، (۸۷)

امریکی کسانوں کی پھیلی ہوئی کاشتکاری سے انگلستانی سرمایہ‌دارانہ زراعت اور اس کی ''ملی جلی،، محنت کا جب ویکفیلڈ موازنہ کرچکے تو انہوں نے انجانے میں ہمیں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا۔ انہوں نے امریکی عوام‌الناس کو خوش حال، خود مختار، من چلا اور نسبتاً مہذب دکھایا ہے جبکہ ''انگریز زراعت‌پیشہ مزدور مصیبت‌زدہ بدحال، قلاش ہوتا ہے... سوائے شمالی امریکہ اور بعض نئی نوآبادیوں کے کسی ملک میں زراعت پیشہ آزاد مزدور کی اجرتیں اس مزدور کو محض زندہ رکھنے کی حد سے زیادہ ہیں؟.. انگلستان میں کھیتی‌باڑی کے گھوڑوں کو، چونکہ وہ قیمتی املاک کی حیثیت رکھتے ہیں، انگریز کسانوں سے بلاشبہ زیادہ اچھا کھلایا پلایا جاسکتا ہے۔ ،، (۸۸) مگر، اس کی ہرگز پرواہ مت کیجئے، قومی دولت، مکرر عرض ہے، اپنی خاصیت ہی کے اعتبار سے، لوگوں کی مصیبت سے ملتی‌جلتی ہوتی ہے۔

تو پھر نوآبادیوں میں سرمایہ‌داری کی دشمنی کے سرطان کا علاج کیسے کیا جائے؟ اگر لوگ اس بات پر رضامند ہوتے کہ، ایک ہی وار میں، کل اراضی کو عام لوگوں کی ملکیت سے نجی ملکیت میں تبدیل کردیں تو یقیناً وہ ساری برائی کی جڑ کو ختم کرڈالتے، مگر ساتھ ہی—نوآبادیوں کو بھی۔ ترکیب تو یہ معلوم کرنی ہے کہ ایک تیر سے دو شکار کیسے کئے جائیں۔ حکومت یہ کرے کہ اجوت زمین کی مصنوعی قیمت، رسد اور طلب کے قانون سے بےنیاز ہوکر، مقرر کرے، وہ قیمت جو مہاجرین کو عرصۂ دراز تک اجرت پر کام کرتے رہنے کو مجبور کرے جب کہیں جاکر وہ اتنی رقم کما سکیں جو زمین خریدنے کو کافی ہو اور وہ اپنے آپ کو خودمختار کسان میں تبدیل کریں۔ (۸۹) اجرتی مزدوروں کے لئے نسبتاً امتناعی قیمت پر زمین کی فروخت سے جو رقم جمع ہو، وہ رقم جو رسد اور طلب کے مقدس قانون کی خلاف ورزی کے ذریعہ مزدوروں کی اجرتوں

سے اینٹھ کر جمع ہو، اسے حکومت اضافے کے تناسب سے نوآبادیوں میں یورپ سے ناداروں کو درآمد کرنے پر صرف کرے اور اسی طرح سے اجرتی مزدور کی منڈی کو سرمایہ داروں کے لئے لبریز رکھے۔ ان حالات کے تحت ''سب دنیاؤں سے اچھی اس دنیا میں ہر چیز بھلائی کے لئے ہی ہوگی۔،، یہ ہے ''باقاعدہ منظم نوآبادکاری،، کا بڑا راز۔ ویکفیلڈ نعرہ شوق بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس منصوبے کے ذریعے ''مزدوروں کی فراہمی لازمی طور پر یکساں اور باقاعدہ ہوگی کیونکہ اول تو چونکہ کوئی بھی مزدور ملازمت سے رقم حاصل کئے بغیر زمین حاصل نہیں کرسکے گا اس لئے سارے مہاجر مزدور ایک مدت تک اجرت پر اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے اور بھی مزدوروں کو ملازم رکھنے کے لئے سرمایہ پیدا کریں گے؛ دوسرے اس لئے کہ ہر مزدور جو اجرت پر کام کرنا ترک کرکے مالک اراضی بن جائیگا وہ، زمین خرید کر، نوآبادی میں مزدوروں کی تازہ کھیپ لانے کا موقع فراہم کرے گا۔،، (۹۰) زمین کی جو قیمت ریاست مسلط کرے وہ یقینی طور پر ''خاصی قیمت،، ہونی چاہئے، یعنی اتنی زیادہ کہ ''مزدوروں کو خودمختار مالکان اراضی بن جانے سے اس وقت تک باز رکھا جاسکے جب تک کہ ان کی جگہ لینے دوسرے نہ آجائیں۔،، (۹۱) یہ ''زمین کی کافی قیمت،، اس یرغمال کی خوبصورت الفاظ میں ہیر پھیر کر بات کرنا ہے جو کہ اجرتی مزدور کی منڈی چھوڑ کر زمین پر کام کرنے جانے کے لئے مزدور سرمایہ دار کو ادا کرتا ہے۔ پہلے تو اسے سرمایہ دار کے لئے ''سرمایہ،، پیدا کرنا چاہئے جس کی مدد سے موخرالذکر اور بھی مزدوروں کا استحصال کرسکے؛ پھر اسے خود اپنے خرچے پر مزدور منڈی میں اپنا عوضی بلانا چاہئے جسے حکومت اس کے پرانے مالک، سرمایہ دار کے منافع کے لئے سمندر پار سے منگواتی ہے۔

یہ بات بڑی کرداری نوعیت کی ہے کہ برطانوی حکومت ''زمانۂ قدیم کی جمع،، کی اس ترکیب پر جو مسٹر ویکفیلڈ نے خاص طور پر نوآبادیوں میں استعمال کے لئے تجویز کی ہے، برسوں سے عمل کرتی رہی ہے۔ ناکامی یقیناً اتنی ہی مکمل تھی جتنی

که سر رابرٹ پیل کے قانون بینک * کو ہوئی تھی۔ ھجرت کے تانتے کو انگلستانی نوآبادیوں سے ریاستہائے متحدہ کی طرف منتقل کردیا گیا تھا۔ اس عرصے میں یورپ کی سرمایہ‌دارانہ ترقی نے، جس کے ساتھ ساتھ حکومت کا دباؤ بھی بڑھا، ویکفیلڈ کے نسخے کو بیکار کردیا ھے۔ ایک طرف تو لوگوں کے زبردست اور لامتناھی سیل‌رواں نے جو سالہاسال سے امریکہ پر چڑھتا چلا آیا ھے، ریاستہائے متحدہ کے مشرق میں ایک قائم تلچھٹ چھوڑ دیہ ھے کیونکہ یورپ سے مہاجرین کی آنے والی لہر مزدور منڈی میر لوگوں کو جس تیزی سے پھینکتی ھے اس تیزی سے مغرب کی جانب مہاجرین کی لہر ان کو بہاکر نہیں لیجاپاتی۔ دوسری طرف امریکی خانہ‌جنگی کے پیچھے پیچھے زبردست قومی قرضہ لیکر آئی اور اس کے ساتھ ھی محصولوں کا دباؤ، نہایت ھی گھٹیا قسم کے مالیاتی رؤسا کا فروغ، لوگوں کی زمین کے بہت بڑے حصے کی ریلوں، کانوں وغیرہ کے کام میں لانے والی سٹہ باز کمپنیوں کے

---

* ۱۸۴۴ء کے قانون بینک کی طرف اشارہ ھے۔ بینک کے نوٹ سونے میں تبدیل کرنے کے سلسلے میں درپیش آنےوالی مشکلوں سے بچنے کے لئے، برطانوی حکومت نے سر رابرٹ پیل کی پیش‌قدمی کی حمایت کی تھی اور ۱۸۴۴ء میں بینک آف انگلینڈ کی اصلاح کی غرض سے ایک قانون پاس کیا تھا۔ اس کو دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا: ایک لینے کا اور دوسرا دینے کا؛ اس کے علاوہ نوٹوں کو بدل کر سونا لینے کے لئے ایک قطعی تناسب مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایسے نوٹوں کے اجراء کو جن کی ضمانت سونے سے نہ کی گئی ھو، ایک کروڑ ۴۰ لاکھ پاؤنڈ تک محدود کر دیا گیا تھا۔ لیکن قانون بینک کی دفعات کے باوجود نوٹوں کی مقدار کا دراصل انحصار ضمانت کی حد پر نہیں بلکہ گشت میں نوٹوں کی مانگ پر رہا۔ معاشی بحرانوں کے دوران میں، جب نقدی کی ضرورت خاص طور پر شدید تھی تو برطانوی حکومت نے ۱۸۴۴ء کے قانون کو عارضی طور پر معطل کردیا تھا اور سونے کی ضمانت سے محروم نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کر دیا تھا۔ (ایڈیٹر)

ھاتھوں لوٹ غرضیکه سرمائے کو انتہائی تیزرفتاری کے ساتھ ایک مرکز پر لانے کے عمل کو بھی۔ اس لئے یه عظیم جمہوریه مہاجر مزدوروں کے لئے سرزمین موعودہ نہیں رہ گئی ھے ۔ سرمایه‌دارانه پیداوار وھاں بہت ھی بڑے بڑے ڈگ بھر کر بڑھتی ھے، حالانکه اجرتوں کی سطح کا گرنا اور اجرتی مزدور کا انحصار یورپی سطح کے معمول کے مطابق پہنچنا ابھی تک بہت دور ھے۔ غیر مزروعه نوآبادیاتی زمین بے شرمی کے ساتھ امراء اور سرمایه‌داروں کو حکومت کی طرف سے دل کھول کر دیدئے جانے سے، جسکی ویکفیلڈ تک نے اتنی بلند آواز سے مذمت کی ھے، ان لوگوں کے سیلاب کے ساتھ، جو سونے کی تلاش میں کھنچے چلے آئے ھیں اور اس مقابلے کے ساتھ مل کر جو انگلستان اشیائے تجارت کی درآمد سے چھوٹے سے چھوٹے دستکار تک کو کرنا پڑتا ھے، ''محنت کش آبادی کو نسبتاً ضرورت سے زیادہ،، کردیا ھے، خصوصاً آسٹریلیا میں (۹۲) جس کا نتیجه یه ھے که قریب قریب ھر ڈاک میں ''روزگار،، کی خبروں میں ''آسٹریلیائی مزدور منڈی میں مال کی بھرمار،، کی خبریں آتی ھیں اور وھاں بعض مقامات میں پیشه کمانے کی ھڑبونگ ویسی ھی ھے جیسی که لندن کے ھیمارکٹ میں۔

لیکن یہاں ھمارے زیربحث نوآبادیوں کی حالت نہیں ھے۔ ھمیں جس چیز سے دلچسپی ھے وہ صرف وہ راز ھے جو پرانی دنیا کی سیاسی معاشیات نے نئی دنیا میں دریافت کرلیا ھے اور جسکا برسرعام اعلان کردیا گیا ھے: سرمایه‌دارانه طرزپیداوار اور جمع اور اس لئے سرمایه‌دارانه نجی ملکیت کی بنیادی شرط خود کمائی جانے والی نجی املاک کا قلع قمع کیا جانا ھے، به الفاظ دگر مزدور کی بےدخلی۔

مصنف کے تشریحی نوٹ

۱ - اٹلی میں جہاں سرمایہ دارانہ پیداوار نے سب سے پہلے نشو و نما حاصل کی تھی، زرخرید کسانوں کے نظام کا خاتمہ بھی اور جگہوں سے پہلے شروع ہو گیا تھا۔ اس ملک میں زرخرید کسانوں کو زمین پر کوئی فرسانی حقوق حاصل ہونے سے پہلے ہی آزاد کردیا گیا تھا۔ نجات نے اس کو فوراً ہی آزاد پرولتاری میں تبدیل کردیا تھا، جسے، علاوہازیں، شہروں میں اپنا آقا تیار ، اپنے لئے منتظر مل گیا جو بیشتر سلطنت روما کے زمانے سے ورثے میں ملتا چلا آیا تھا۔ جب عالمی منڈی کے انقلاب نے (عالمی منڈی کے انقلاب سے مارکس کی مراد اس حصے میں تیزی کے ساتھ ابتری پیدا ہو جانے سے ہے جو کہ جینوآ، وینس اور شمالی اٹلی کے دوسرے شہر گذرگاہی تجارت میں ادا کیا کرتے تھے۔ یہ پندرھویں صدی کے آخر میں بڑی بڑی جغرافیائی دریافتوں جیسے کہ کیوبا، ھائتی، جزائربہاما، شمالی امریکہ، افریقہ کے گرد ہوکر ھندوستان کے بحری راستے اور آخر میں جنوبی امریکہ کی دریافت کے نتیجے میں رونما ہوا۔ ایڈیٹر) پندرھویں صدی کے اختتام کے قریب شمالی اٹلی کی تجارتی فضیلت کو ختم کر دیا تو ایک تحریک مخالف سمت میں شروع ہوئی۔ شہروں کے مزدوروں کو ایک انبوہ کی صورت میں دیہات بھگا دیا گیا اور بہت ہی چھوٹی کاشت کو جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی اور جو باغبانی کی صورت میں کی جاتی تھی، بڑھاوا دیا۔ صفحہ ۱۱

۲ – ''چھوٹے زمیندار جو اپنے کھیت خود اپنے ہاتھوں سے جوتا کرتے تھے، اور جنھیں معقول آسودگی حاصل تھی... ان دنوں وہ آج کی بہ نسبت قوم کے کہیں زیادہ اہم حصے کی تشکیل کرتے تھے۔ اگر ہم اس دور کے اعداد و شمار لکھنےوالے بہترین اہل قلم پر اعتماد کریں، تو کم از کم... ۱۶۰۰۰۰ زمیندار جو اپنے اہل و عیال سمیت پوری آبادی کے ساتویں حصے سے زیادہ کی تشکیل کرتے ہوں گے، اپنی روزی چھوٹے چھوٹے معافی کے علاقوں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ ان چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی اوسط آمدنی... کا اندازہ ۶۰ اور ۷۰ پاؤنڈ سالانہ کا تھا۔ حساب لگایا گیا تھا کہ جو لوگ خود اپنی زمینیں جوتا کرتے تھے ان کی تعداد دوسروں کی زمینوں پر کاشت کرنےوالوں کی بہ‌نسبت زیادہ تھی۔،، میکالے: ''تاریخ انگلینڈ،، دسواں ایڈیشن۔ ۱۸۵۴، لندن، صفحات ۳۳۳، ۳۳۴۔ سترھویں صدی کے آخری تہائی میں بھی پانچ میں سے چار حصہ انگلستانی لوگ زراعت پیشہ تھے (صفحہ ۴۱۳)۔ میکالے کا اقتباس میں اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ تواریخ کی باقاعدگی کے ساتھ غلط بیانی کرنےوالے کی حیثیت سے وہ اس قسم کے حقائق کو جتنا ممکن ہو سکتا ہے کم کرکے بیان کیا کرتے ہیں۔ صفحہ ۱۲

۳ – ہمیں یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ زرخرید کسان بھی اپنے مکان سے ملحق قطعۂ زمین کا نہ صرف مالک، خواہ باجگذار مالک ہی سہی، بلکہ شاملات کی ملکیت میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ میرابو نے لکھا ہے کہ (فریڈرک دوئم کے تحت سیلسیا میں) ''کسان زرخرید کسان ہوا کرتا ہے،،۔ اس کے باوجود ان زرخرید کسانوں کا شاملات پر حق ہوتا تھا۔ ''سیلسیا کے لوگوں کو ابھی تک شاملات کی زمینوں کو بانٹ لینے کے لئے راضی نہیں کیا جا سکا ہے، حالانکہ نیمارک میں مشکل ہی سے کوئی ایسا گاؤں ہوگا جہاں اس طرح کا بٹوارہ انتہائی کامیابی کے

ساتھ نہیں کر دیا گیا ہو ۔ (میرابو : ''دےلا منارکی پراسیئنے،، لاندریس، ۱۷۸۸ء، باب دوئم، صفحات ۱۲۵ ، ۱۲۶) - صفحہ ۱۲

۴ - جاپان، جہاں املاک اراضی کی تنظیم قطعی جاگیردارانہ ہے، اور جہاں چھوٹی کاشت ترقی یافتہ ہے، یورپی قرون وسطی کی، ہماری تواریخ کی تمام کتابوں کی بہ نسبت، چونکہ وہ بیشتر حد تک بورژوا تعصبات کے اشارے پر لکھی گئی ہیں، کہیں زیادہ سچی تصویر پیش کرتا ہے ۔ قرون وسطی کو داؤں پر لگا کر ''اعتدال پسند،، ہونا نہایت سہل ہوتا ہے ۔ صفحہ ۱۳

۵ - اپنی تصنیف ''یوٹوپیا،، میں تھامس مور کہتے ہیں کہ انگلستان میں ''آپ کی بھیڑیں جو کہ مسکین اور پالتو ہوا کرتی تھیں، اور اتنی کم خوراک ہوتی تھیں، اب، جیسے کہ میں یہاں بیان کر رہا ہوں، اس قدر پیٹو ہو گئی ہیں اور اتنی جنگلی کہ وہ خود آدمیوں کو کھا لیتی ہیں، نگل جاتی ہیں ۔ ،، (''یوٹوپیا،، مترجمہ روبن‌سن - ایڈیٹر اربر، لندن، ۱۸۶۹ء، صفحہ ۴۱) صفحہ ۱۵

۶ - بیکن نے آزاد، خوش‌حال کسان اور اچھی پیدل فوج کے درمیان تعلق واضح کیا ہے ۔ ''اس کا بہت ہی بڑا واسطہ سلطنت کی طاقت اور رکھ رکھاؤ سے تھا کہ فارم ایسے ہوں جیسے کہ ایک معیار جو ایک تندرست جسم کو تنگدستی سے بچا کر رکھنے کےلئے کافی ہو اور عملی طور پر سلطنت کی زمینوں کے ایک بڑے حصے کو معافی‌دار کسانوں یا متوسط درجے کے لوگوں کے نام، جو شرفاء اور جھونپڑی کے مالکوں اور کسانوں کی درمیان کے حالت کے تھے بطور وقف منتقل کر دیا... کیونکہ جن لوگوں کو جنگوں کا بہترین اندازہ ہے، ان کی یہی عام رائے رہی ہے کہ کسی فوج کی خاص قوت پیدل فوج یا پیادوں پر مشتمل ہوا کرتی ہے ۔ اور اچھی پیدل فوج بنانے کے لئے

وہ لوگ چاہئے ہوتے ہیں جنہوں نے غلامی یا ناداری میں نہیں بلکہ خوش حال طریقے سے زندگی بسر کی ہو ۔ اس لئے اگر کوئی ریاست امراءً اور شرفاءً کی طرف دوڑے، اور یہ کہ کاشتکار اور ہالی ان کا کام کرنےوالے اور مزدور بنا دئے جائیں، یا محض جھونپڑی کے مالک (جو کہ ایسے بھکاری ہی ہوا کرتے ہیں جن کے سر پر چھپر ہو)، تو سواروں کی فوج تو عمدہ بن سکتی ہے، مگر پیادوں کی عمدہ پائیدار ٹکڑیاں ہر گز نہیں اور یہ بات دیکھنی چاہئے فرانس میں اور اٹلی اور غیر ممالک میں دوسری جگہ جہاں عملاً سب طبقہ امراءً میں سے ہوتے ہیں یا غریب‌تر کسانوں میں سے... یہاں تک کہ ان کو مجبور ہوکر، اپنی پیادہ بٹالینوں کے لئے سوئٹزرلینڈ کے لوگوں اور انہیں جیسوں میں سے بھاڑے کے فوجیوں کے دستے لینے پڑتے ہیں، جس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں کے پاس لوگ تو بہت ہیں اور سپاہی کم ۔ ،، (''ہینری ہفتم کا عہد حکومت،، ۔ کینیٹ کے انگریزی ایڈیشن ۱۷۱۹ء۔ لندن، ۱۸۷۰ء، صفحہ ۳۰۸ سے لفظ بہ لفظ اقتباس ۔) صفحہ ۱۶

۷ ۔ ڈاکٹر ہنٹر ''صحت عامہ، ساتویں رپورٹ، ۱۸۶۴ء،، لندن، ۱۸۶۵ء، صفحہ ۱۳۴ - ''زمین کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے،، (پرانے قوانین میں) ''اس کو اب مزدوروں کےلئے بہت زیادہ تصور کیا جائیگا اور شاید اتنا کہ ممکن ہے وہ ان کو چھوٹے موٹے کاشتکار میں تبدیل کر دے ۔ ،، (جارج رابرٹس : ''گذشتہ صدیوں میں انگلینڈ کے جنوبی اضلاع کے لوگوں کی سماجی تاریخ ۔،، لندن، ۱۸۵۶ء، صفحات ۱۸۴ - ۱۸۵ -) صفحہ ۱۷

۸ ۔ ''گرجا کے عشرے میں سے حصہ پانے کے غرباءً کا حق قوانین قدیم کے بموجب محفوظ ہے ۔ ،، (ٹکیٹ، ''محنت کش آبادی کی گذشتہ اور حالیہ کیفیت کی تاریخ،، لندن، ۱۸۴۶ء، جلد دوئم، صفحات ۸۰۴ - ۸۰۵ -) صفحہ ۱۷

۹ - ولیئم کابیٹ: ''پروٹیسٹینٹ تجدید مسیحیت کی تاریخ،،
پیرا نمبر ۱۷۱ - صفحہ ۱۷

۱۰ - پروٹیسٹینٹ‌ازم کی ''روح،، اور باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل امر میں بھی دیکھی جاسکتی ہے - جنوبی انگلینڈ میں بعض زمیندار اور خوش‌حال کاشتکار سر جوڑ کر بیٹھے اور دس سوالات وضع کئے کہ ایلیزبیتھ کے قانون غرباء کی صحیح تشریح کیا ہے - یہ انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور قانون‌داں سارجینٹ اسنیگرے کے سامنے (جو بعد میں جیمس اول کے تحت منصف مقرر ہوئے) رائے دریافت کرنے کےلئے رکھے -
''سوال ۹ : گرجے کے ایک حلقے کے بعض زیادہ مالدار کاشتکاروں نے ایک دانشمندانہ ترکیب نکالی ہے جس سے کہ اس قانون کی تعمیل کی تمام مصیبتوں سے بچا جا سکتا ہے - انہوں نے تجویز رکھی ہے کہ ہم گرجے کے اس حلقے میں ایک قیدخانہ تعمیر کریں اور پھر پاس پڑوس میں اطلاع کرا دیں کہ اگر کوئی صاحب اس حلقے کے غرباء کو ٹھیکے پر لینے کے خواہشمند ہوں، تو ان کو چاہئے کہ وہ سہربند تجویز پیش کریں، ایک مقررہ دن، کم از کم قیمت کی کہ جس پر وہ ان کو ہم سے لے جائیں؛ اور یہ کہ انہیں کسی کو انکار کرنے کا حق ہوگا بجز اس کے کہ وہ مذکورہ صدر قیدخانے میں بند ہو - اس منصوبے کے مجوزوں کا خیال ہے کہ پڑوس کے علاقوں میں ایسے لوگ مل جائیں‌گے جنہیں، چونکہ وہ محنت کرنے کو رضامند نہ ہوں‌گے، اور جن کے پاس کھیت یا جہاز لینے کی دولت یا ساکھ نہ ہوگی، تاکہ بغیر محنت کے گزر کر سکیں، وہ گرجے کے حلقے کو نہایت ہی سودمند پیشکش کرنے کو آمادہ ہو سکتے ہیں - اگر کوئی غریب ٹھیکیدار کی نگہداشت میں رہتے ہوئے مر جائے، تو گناہ اس کے سر ہوگا کیونکہ گرجا تو اس کی جانب اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہوگا - لیکن ہمیں خدشہ ہے کہ موجودہ قانون اس وضع کے عاقبت اندیشانہ اقدام کو جائز قرار نہیں

دے گا، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس علاقے کے باقی سالکان مطلق اور بڑوس کے علاقہ ''ب،، کے بھی، نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے سیمبروں کو یہ ہدایت دینے کو شامل ہو جائیں گے کہ وہ ایک قانون کی تجویز رکھیں جو گرجے کے حلقے کو کسی شخص سے ٹھیکہ کرنے اور غربا کو سقید کرنے اور کام لینے کا اختیار دیدے؛ اور یہ اعلان کرے کہ اگر کوئی شخص اسی طرح سے سقید ہونے اور کام پر لگنے سے انکار کرے تو اس کو کوئی امداد حاصل کرنے کا حق نہیں رہ جائیگا۔ اس سے، توقع کی جاتی ہے، ضرورتمند لوگ امداد چاہنے سے اور گرجے کے حلقوں کو زیر بار کرنے کا ذریعہ بننے سے باز رہیں گے۔،، (آر۔ بلیکے: ''سیاسی تحریروں کی تاریخ، قدیم ترین زمانے سے،، لندن، ۱۸۵۵ء، جلد دوئم، صفحات ۸۴ - ۸۵) ۔ اسکاٹ‌لینڈ میں زر خرید کسانوں کے نظام کا خاتمہ انگلستان سے چند صدیوں بعد ہوا۔ ۱۶۹۸ء تک میں سیلٹون کے فلیچر نے اسکاٹ‌لینڈ کی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: ''اسکاٹ‌لینڈ میں بھیک مانگنےوالوں کی تعداد کا اندازہ ۲ لاکھ سے کم کا نہیں ہے۔ اصولاً جمہوریائی ہونے کی رو سے واحد علاج جو میں تجویز کر سکتا ہوں یہ ہے کہ زرخرید کسانوں کے نظام کی پرانی کیفیت بحال کر دی جائے، ان سب کو غلام بنا لیا جائے جو اپنی روزی خود سہیا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔،، ایڈن، ''غریبوں کی حالت،، لندن، ۱۷۹۷ء کتاب اول، باب اول، صفحات ۶۰ - ۶۱ میں فرماتے ہیں ''زرخرید کسانوں کی سیعاد میں کمی سے لازمی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ غربا کی ابتدا کا دور رہا ہوگا۔ اشیا‌سازی اور تجارت ہمارے قومی غربا کے دو والدین ہیں۔،، اسکاٹ‌لینڈ کے ہمارے اصولاً جمہوریائی کی طرح، ایڈن صرف اس بات میں غلطی کرتے ہیں: زرخرید کسانوں کی سیعاد کے خاتمے نے نہیں بلکہ زراعت پیشہ محنت کش کی اراضی کی صورت میں املاک کے خاتمے نے اس کو پرولتاری اور انجام کار گداگر بنا

دیا۔ فرانس میں، جہاں بےدخلی دوسرے طریقے سے کی گئی تھی، مولنس کا حکمنامہ ۱۵۷۱ء اور ۱۶۵۶ء کا فرمان انگریزی قوانین غربا سے مطابقت رکھتے ھیں۔ صفحہ ۱۷

۱۱ - پروفیسر روگرس، اگرچہ پہلے آکسفورڈ یونیورسٹی میں، جو کہ پروٹیسٹینٹ کٹرپن کی آماجگاہ تھی، سیاسی معاشیات کے پروفیسر تھے، مگر ''تاریخ زراعت،، کی اپنی تمہید میں تجدید مسیحیت سے عوام الناس کے مفلس و قلاش ھو جانے کی حقیقت پر زور دیتے ھیں۔ صفحہ ۱۷

۱۲ - ''سر ٹی - سی - بن بری، بیرونٹ کے نام اشیائے خورد و نوش کی مہنگائی پر ایک خط۔ سفوک کے ایک صاحب کی طرف سے،، ایپس وچ، ۱۷۹۵ء، صفحہ ۴۔ بڑے کھیتوں کے نظام کی اندھادھند پیروی کرنےوالے، ''اشیائے خورد و نوش کی موجودہ قیمت کے درمیان تعلق کی تحقیقات،، لندن، ۱۷۷۳ء، صفحہ ۱۳۹ ، کے مصنف بھی کہتے ھیں: ''معافیداروں، ان لوگوں کے جو ھماری قوم کی خود مختاری کے حقیقی نگہبان تھے، نه رهنے پر مجھے سب سے زیادہ افسوس ھے؛ اور افسوس ھے مجھے یه دیکھ کر که ان کی زمینیں اب اجارہ قائم کرنےوالے مالکوں کے ھاتھوں میں ھیں، چھوٹے کسانوں کو لگان پر دیدی گئی ھیں جن کی لگانداری ایسی شرائط پر ھے جو ان باجگزاروں سے کچھ ھی بہتر رہ گئے ھیں جو شر انگیزی کے ھر موقع پر بلائے جانے کو تیار بیٹھے رہتے ھیں۔ ،، صفحہ ۱۸

۱۳ - اس بورژوا ھیرو کے ذاتی اخلاقی کردار پر اور باتوں کے علاوہ: ''آئرلینڈ میں لیڈی آرکنے کو ۱۶۹۵ء میں اراضی کا بڑا عطیه، بادشاہ کے عشق اور مذکورہ خاتون کے رسوخ کی آشکارا مثال ھے... لیڈی آرکنے کے فرائض منصبی کے متعلق خیال کیا جاتا ھے که وہ نازیبا وظائف لب و رخسار تھے۔،، (برطانوی محافظخانے میں سلون کے مجموعهٔ دستاویزات، نمبر ۴۲۲۴ میں۔ اس دستاویز کی سرخی ھے: ''شاہ ولیئم،

سنڈرلینڈ وغیرہ کے اطوار و عادات، جن کا اظہار سوسیرس، هلیفیکس، آکسفورڈ، سیکریٹری ورنون وغیرہ کی جانب سے شریوزبری کے ڈیوک کے نام اصل خطوط سے ہوتا ہے،،۔ یہ عجائبات کا ایک مرقع ہے۔) صفحہ ۱۹

۱۴ - ''شاہی جاگیروں کی غیرقانونی انتقال سلکیت، کچھ بذریعہ فروخت، کچھ از روئے عطیہ، تاریخ انگلستان میں ایک باب باعث رسوائی ہے... قوم کے ساتھ ایک زبردست دھوکہ ہے۔،، (نیومن ''سیاسی معاشیات پر لیکچر،،، لندن، ۱۸۵۱ء، صفحات ۱۲۹ - ۱۳۰) اس تفصیل کے لئے کہ انگلستان کے موجودہ بڑے بڑے مالکان اراضی ان پر کس طرح قابض ہوئے ''ہمارے پرانے رؤسا۔ از نوبلیس اوبلائج،، پڑھئے۔ لندن، ۱۸۷۹ء۔ فریڈرک اینگلس] صفحہ ۱۹

۱۵ - مثلاً بیڈفورڈ کے ڈیوک کے خاندان کے متعلق کہ جس کی ایک شاخ ''اعتدال‌پسندی کی بلبل هزار داستان،، لارڈ جان رسل تھے، ای۔ برکے کا کتابچہ پڑھئے۔ صفحہ ۱۹

۱۶ - ''جھونپڑیوں میں رہنےوالوں کو کاشتکار اس بہانے سے خود اپنے اور بچوں کے علاوہ کسی جاندار کو وہاں رکھنے کی ممانعت کرتے ہیں کہ اگر وہ کوئی جانور یا مرغیاں رکھتے ہیں تو ان کے گزارے کے لئے وہ کاشتکار کے کھلیانوں سے چوری کریں گے؛ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جھونپڑیوں میں رہنےوالوں کو مفلس رکھو تو ان کو محنتی بھی رکھوگے، وغیرہ؛ لیکن اصل‌حقیقت، میرے خیال میں، یہ ہے کہ شاملات کا سارا حق اپنے ہی پاس رکھ سکیں۔،، (''بنجر زمینوں کو احاطوں میں گھیر لینے کے نتیجوں کے بارے میں سیاسی تحقیقات۔،، لندن، ۱۷۸۵ء، صفحہ ۷۵) صفحہ ۲۰

۱۷ - ایڈن، مذکورہ صدر کتاب، تمہید۔ صفحہ ۲۰

۱۸ - ''سرمائے کے فارم،،۔ (آٹے کی تجارت اور اناج کی سہنگائی پر دو خطوط۔ تجارت کے ایک فرد کے قلم سے۔ لندن، ۱۷۶۷ء، صفحات ۱۹ — ۲۰) صفحہ ۲۱

۱۹ - ''تاجروں کے فارم،، - ''اشیائے خورد و نوش کی موجودہ مہنگائی کے اسباب کے متعلق تحقیقات،، - لندن، ۱۷۶۷ء، صفحہ ۱۱ - نوٹ - یہ شاندار تصنیف جو گمنام شائع کی گئی تھی، ریورینڈ نیتھینیئل فورسٹر کی لکھی ہوئی ہے - صفحہ ۲۱

۲۰ - تھامس رائٹ: ''بڑے فارموں کی اجارہ داری پر لوگوں سے مختصر خطاب،، - ۱۷۷۹ء، صفحات ۲ - ۳ - صفحہ ۲۱

۲۱ - ریورینڈ ایڈنگٹن: ''کھلے کھیتوں کی احاطہ‌بندی کی موافقت یا مخالفت کے اسباب کی تحقیقات،، - لندن، ۱۷۷۲ء، صفحات ۳۷ - ۴۳ - جابجا - صفحہ ۲۲

۲۲ - ڈاکٹر پرائس ''واپسی کے بھگتانوں پر رائے،، چھٹا ایڈیشن، لندن، ۱۸۰۹ء، جلد ۲، صفحہ ۱۵۵ - فرسٹر، ایڈنگٹن، کینٹ، پرائس اور جیمز اینڈرسن کا مطالعہ کرنا اور کاسہ‌لیس میک‌کلوچ نے اپنی کتاب فہرست ''سیاسی معاشیات کا ادب،، لندن، ۱۸۴۵ء میں جو بےمایہ لفاظی کی ہے اس سے ان کا موازنہ کرنا چاہئے - صفحہ ۲۲

۲۳ - پرائس، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ ۱۴۷ - صفحہ ۲۳

۲۴ - پرائس، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ ۱۵۹ - ہمیں قدیم روما یاد آتا ہے - ''مالداروں نے غیر تقسیم شدہ زمین کے بڑے حصے کو قبضا لیا تھا - ان کو زمانے کے حالات پر بھروسہ تھا، یہ کہ ان مقبوضات کو ان سے واپس نہیں لیا جائیگا اور اس لئے کچھ قطعات جو ان کی زمینوں کے پاس پڑے تھے، اور غریب لوگوں کی ملکیت تھے، ان کے مالکان کی رضا و رغبت سے خرید لئے، اور کچھ کو زبردستی لے لیا، اس طرح سے اب وہ الگ تھلگ کھیتوں کے بجائے نہایت توسیع شدہ املاک پر کاشتکاری کر رہے تھے - پھر انہوں نے زراعت میں اور مویشیوں کے پالنے میں غلاموں کو لگا لیا کیونکہ آزاد لوگوں کو کام پر سے لیجا کر فوجی

خدمات پر لگا دیا جاتا۔ غلاموں کے رکھنے سے ان کو بڑا نفع ہوا، اس حدتک کہ ان کی تعداد میں، فوجی خدمت سے استثنا کے باعث، آزادانہ اضافہ ہوسکا اور بہت سارے بچے ہوئے۔ اس طرح طاقتور لوگوں نے ساری دولت اپنے پاس کھینچ لی اور ساری زمینوں پر غلاموں کے ٹھٹ لگ گئے۔ اطالوی باشندے، دوسری طرف، تعداد میں ہمیشہ گھٹتے رہے، کیونکہ مفلسی، محصولات اور فوجی خدمات نے ان کو ختم کر ڈالا تھا۔ اس کا زمانہ جب آیا بھی تو وہ قطعاً بےعملی میں مبتلا ہو گئے تھے، کیونکہ زمین پر مالدار قابض تھے اور اس پر کاشت کےلئے آزاد لوگوں کے بجائے غلاموں سے کام لیتے تھے۔ ،، (ایپیان: ''خانہ جنگیاں،، صفحہ ۷۔) اس عبارت میں لیسینیائی قوانین سے پہلے کے زمانے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (''لیسینیائی قوانین،، — قدیم روما میں ۳٦۷ ق۔ م۔ میں منظور شدہ قانون۔ اس نے شاملات کی زمینوں کو نجی ملکیت میں منتقل کرنے کے حق کو ایک حدتک محدود کر دیا تھا اور قرضوں کی جزوی منسوخی کا اہتمام کیا تھا۔ اس قانون کا مقصد بڑی بڑی زمینداریوں میں اور طبقۂ امراء کے افراد کی مراعات میں اضافے کو روکنا تھا۔ اس سے عامیوں کی معاشی اور سیاسی حیثیت میں ایک حدتک استحکام کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ رومی روایت کے مطابق مقبول عام نمائندے لیسینئس اور سیکسٹیئس اس قانون کے مصنفین کہلاتے ہیں۔ ایڈیٹر)۔ فوجی خدمت ہی جس نے رومی عامیوں کی بربادی کی رفتار بہت بڑی حدتک تیز کر دی، وہ خاص ذریعہ بھی تھی، جس سے چارلس اعظم نے آزاد جرمن کسانوں کو زرخرید کسانوں اور غلاموں میں زبردستی تبدیل کر دیا تھا۔ صفحہ ۲۳

۲۵۔ ''اشیائے خوردونوش، وغیرہ کی موجودہ قیمت کے درمیان تعلق کی تحقیقات،، صفحات ۱۲۸، ۱۲۹۔ یہی تاثر، مگر مخالف رجحان کے ساتھ: ''محنت کشوں کو ان کے جھونپڑوں سے

ھنکا دیا جاتا ھے اور ملازمت کی تلاش کےلئے قصبوں میں زبردستی ٹھونس دیا جاتا ھے؛ لیکن پھر زیادہ فراوانی ھو جاتی ھے، اور اس طرح سے سرمایہ بڑھ جاتا ھے۔،، (''قوم کے خطرات،،، دوسرا ایڈیشن، لندن، ۱۸۴۳ء، صفحہ ۱۴)۔ صفحہ ۲۳

۲۶۔ نیومن ''سیاسی معاشیات پر لیکچر'' صفحہ ۱۳۲ ۔ صفحہ ۲۵

۲۷۔ اسٹوارٹ کہتے ھیں: ''ان زمینوں کے لگان کا اگر آپ سوازنہ،، (یہاں وہ اس معاشی زمرے میں غلطی سے کارندوں کے اس خراج کو بھی شامل کر لیتے ھیں جو وہ اپنے قبیلے کے سردار کو ادا کیا کرتے تھے) ''اس کے رقبے سے کریں تو یہ بہت ھی قلیل معلوم ھوتا ھے۔ اگر سوازنہ فارم سے پیٹ بھرنےوالوں کی تعداد سے کریں تو معلوم ھوگا کہ ھائی‌لینڈ کی ایک جاگیر اچھے اور زرخیز صوبے میں اسی قدروقیمت کی کسی اور کی بہ نسبت دس گنے لوگوں کی پرورش کرتی ھے۔،، (''سیاسی معاشیات کے اصولوں کے بارے میں تحقیقات،، لندن، ۱۷۶۷ء، جلد اول، باب ۱۶، صفحہ ۱۰۴ -) صفحہ ۲۶

۲۸۔ جیمز اینڈرسن ''قومی صنعت وغیرہ کے جذبے کو بیدار کرنے کے ذرائع پر مشاھدات،، ایڈینبرا، ۱۷۷۷ء۔ صفحہ ۲۶

۲۹۔ ۱۸۶۰ء میں جن لوگوں کو زبردستی بےدخل کیا گیا انھیں جھوٹے بہانوں سے کینیڈا برآمد کر دیا گیا تھا۔ کچھ بھاگ کر پہاڑوں اور پڑوس کے جزیروں میں جا چھپے۔ پولیس نے ان کا پیچھا کیا، ھاتھا پائی ھوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ صفحہ ۲۶

۳۰۔ بوچانن جنھوں نے ۱۸۱۴ء میں آدم اسمتھ پر تبصرہ کیا ھے، کہتے ھیں: ''اسکاٹ‌لینڈ کے ھائی‌لینڈز میں املاک کی قدیم صورت کی روزانہ تخریب ھوتی رھتی ھے... زمیندار، موروثی لگان‌دار،، (اس زمرے کا یہاں استعمال غلط کیا

گیا ہے) '' کا خیال کئے بغیر، اب اپنی زمین سب سے زیادہ دام لگانےوالے کو پیش کرتا ہے، جو اگر اصلاح کرنے کا ماہر ہے، تو فوراً ہی کاشت کا نیا نظام اپنا لیتا ہے۔ زمین جس پر پہلے چھوٹے چھوٹے لگان‌دار یا مزدوری کرنےوالے رہتے تھے، پیداوار کے تناسب سے آباد تھی، لیکن اصلاح‌شدہ کاشت کے نئے نظام کے اور بڑھے ہوئے لگانوں کے تحت زیادہ سے زیادہ ممکن پیداوار کم سے کم خرچ پر حاصل ہوتی ہے اور اس نظریے سے نا کارہ لوگوں کے ہٹا دئے جانے کے بعد آبادی گھٹ گئی، اس حد تک نہیں کہ جتنوں کی یہ زمین پرورش کریگی بلکہ اس حد تک کہ جتنے اس پر کام کریں‌گے۔ قبضے سے محروم کر دئے جانےوالے لگاندار یا تو ذریعہ معاش کی تلاش پڑوس کے قصبوں میں کرتے ہیں، وغیرہ،، (ڈیوڈ بوچانن : ''اے۔ اسمتھ کی قوموں کی دولت پر مشاهدات وغیرہ،، ایڈینبرا، ۱۸۱۴ء، جلد چہارم، صفحہ ۱۴۴ ۔) ''اسکاچ اسرا'' نے خاندانوں کو اس طرح محروم کر دیا جس طرح کہ جنگلی جھاڑیوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور انھوں نے گاؤں اور ان میں رہنےوالوں سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ جنگلی جانوروں کے ستائے ہوئے ہندوستانی بدلہ لینے کےلئے اس جنگل سے جس میں شیر رہتے ہوں... انسان کو ایک بھیڑ کے اون یا گوشت کی ایک راس کے بدلے فروخت کر دیا جاتا ہے، نہیں، اس سے بھی سستا... کیوں، ان مغلوں کے ارادے سے یہ کس قدر بدتر ہے جنھوں نے چین کے شمالی صوبوں کو تاراج کرکے تجویز رکھی تھی کہ یہاں بسنےوالوں کو نیست و نابود کر دیا اور زمین کو چراگاہوں میں بدل دیا جائے۔ اس تجویز کو ہائی‌لینڈز کے بہت سے مالکان نے خود اپنے ملک میں، خود اپنے ہم‌وطنوں کے خلاف عملی جامہ پہنایا ہے۔ ،، (جارج اینسور : ''قوموں کی آبادی کے بارے میں تحقیقات،، لندن، ۱۸۱۸ء، صفحات ۲۱۵، ۲۱۶ ۔) صفحہ ۲۶

۳۱ - سدرلینڈ کی موجودہ ڈچیز نے جب ''چچا ٹام کی کوٹھری،،
کی مصنفہ مسز بیچیر اسٹو کی ضیافت امریکی جمہوریہ کے
نیگرو غلاموں سے اپنی ہمدردی کا — وہ ہمدردی جو وہ
خانہ جنگی کے دوران جس میں انگلستانی ''شرفائ،، کا ہر
دل غلاموں کے مالکوں کے لئے دھڑک رہا تھا، اپنے ہم
چشم رؤسا کے ساتھ مصلحتاً بھول گئی تھیں — اظہار کرنے
کے لئے بڑے کروفر سے کی تھی تو میں نے ''نیویارک
ٹریبیون،، میں سدرلینڈ کے غلاموں کے متعلق حقائق دئے
تھے (جن کی تخلیق جزوی طور پر کیری نے ''تجارت
غلامان،، فلاڈلفیا، ۱۸۵۳ء، صفحات ۲۰۳ — ۲۰۴ میں
کی تھی) - میرا مضمون اسکاٹلینڈ کے ایک اخبار میں نقل
کیا گیا تھا اور اس پر سوخرالذکر اور سدرلینڈ گھرانے
کے کاسہ‌لیسوں کے درمیان خاصا مناظرہ رہا تھا -
صفحہ ۲۷

۳۲ - مچھلیوں کی اس تجارت پر دلچسپ تفصیلات مسٹر ڈیوڈ
ارکہارٹ کے ''بستے کے نئے سلسلے،، میں ملیں گی - نساؤ
ڈبلو سینیئر اپنی تصنیف مطبوعہ پس‌مرگ میں، جس کا
پہلے ہی حوالہ دیا جا چکا ہے، ''سدرلینڈشائر میں ہونے‌والی
کارروائیوں کو انسانی یادداشت کی سب سے زیادہ سودمند
''صفائیوں میں،، شمار کرتے ہیں - (آئرلینڈ سے متعلق رسالے،
تبادلۂ خیالات اور انشائیے،، - لندن، ۱۸۶۸ء -) صفحہ ۲۷

۳۳ - اسکاٹلینڈ کے ہرنوں کے بنوں میں ایک بھی درخت نہیں
تھا - چٹیل پہاڑیوں پر سے پہلے بھیڑوں کو باہر ہنکا
دیا جاتا ہے اور پھر ہرن ہانک‌کر وہاں پہنچا دئے
جاتے ہیں اور تب اس کو ہرنوں کا بن کہنے لگتے ہیں -
درخت لگائے بھی نہیں جاتے اور اصلی جنگل بھی نہیں
ہوتے - صفحہ ۲۸

۳۴ - رابرٹ سومرس: ''ہائی‌لینڈز کے خطوط یا ۱۸۴۷ء کا قحط،، -
لندن، ۱۸۴۸ء، صفحات ۱۲ - ۲۸، جابجا - یہ خطوط اصل
میں ''ٹائمز،، میں شائع ہوئے تھے - انگلستانی معاشیات دانوں

نے ۱۸۴۷ء میں گالوں کے ہاں قحط کی وضاحت، ظاہر ہے، ان کی آبادی میں حد سے زیادہ اضافے سے کی تھی۔ بہرحال وہ ''اپنی غذا کی فراہمی پر بوجھ ڈال رہے تھے''۔ ''جاگیروں کی صفائی''، یا ''باورن‌لیگن''، جیسا کہ جرمنی میں اس کو کہتے ہیں، جرمنی کے اندر خصوصاً تیس سالہ جنگ کے بعد رونما ہوئی اور کرساشین میں تو ایک عرصے بعد ۱۷۹۰ء تک میں اس کے باعث کسان بغاوتیں ہوئیں۔ مشرقی جرمنی میں یہ خاص طور پر ہوئی۔ پروشیا کے بیشتر صوبوں میں فریڈرک دوئم نے پہلی بار کسانوں کے لئے حق ملکیت محفوظ کیا۔ سیلیسیا کی فتح کے بعد اس نے زمینداروں کو جھونپڑیاں، کھلیان وغیرہ دوبارہ تعمیر کرنے اور کسانوں کو مویشی اور آلات زراعت فراہم کرنے کے لئے مجبور کیا۔ اس کو اپنی فوج کےلئے سپاہی اور خزانے کے لئے محصول ادا کرنےوالے چاہئے تھے۔ باقی، فریڈرک کے نظام مالیات کے تحت کسانوں کی خوشگوار زندگی اور مطلق العنانیت، نوکرشاہی اور جاگیردارانہ نظام کی گڈمڈ حکمرانی کا اندازہ اس کے مداح میرابو کے مندرجہ‌ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے: شمالی جرمنی میں فلیکس کی کاشت کسانوں کےلئے نقدی حاصل کرنے کے خاص سرچشمے کی حیثیت رکھتی ہے۔ نوع انسانی کی بدقسمتی سے یہ صرف غریبی کو دور رکھنے کا ہی کام کر سکتی ہے کیونکہ اس کو سکھ اور خوش‌حالی کا ذریعہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ براہ‌راست محصول، بیگار اور طرح طرح کی غلامی مل‌جل کر جرمن کسان کا کچومر نکال دیتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ جو چیز بھی خریدتا ہے اس پر اسے بالواسطہ محصول بھی دینے پڑتے ہیں... مصیبت چونکہ کبھی اکیلی نہیں آتی، اس لئے وہ اپنی پیداوار کو جہاں وہ چاہے، وہاں اور جس طرح وہ چاہے، اس طرح نہیں بیچ سکتا۔ اپنی ضرورت کی چیزیں وہ ان بیوپاریوں سے نہیں خرید سکتا، جو ان کو سب سے کم داموں پر بیچنے کو تیار ہیں۔ ان تمام وجہوں سے دھیرے دھیرے وہ چوپٹ ہو

جاتا ہے، اور اگر چرخا اس کی مدد نہ کرے، تو وہ بالواسطہ محصول بھی نہ ادا کر پائے۔ جرخا اس کی مشکلوں کو کچھ حد تک حل کرنے میں مدد کرتا ہے، کیونکہ اس سے اس کی بیوی، اس کے بچوں، اس کے کھیت مزدوروں اور خود اس کو بھی ایک کارآمد دھندا کرنے کو مل جاتا ہے۔ لیکن اس امداد کے باوجود اس کی زندگی کتنی قابل رحم ہوتی ہے! گرمیوں میں وہ ناؤ کھینےوالے غلام کی طرح کام کرتا ہے، زمین جوتتا ہے اور فصل کاٹتا ہے۔ رات کو ۹ بجے وہ سونے کے لئے لیٹتا ہے اور صبح کو ۲ بجے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ دیر کرے تو دن کا کام پورا نہیں ہو سکتا۔ جاڑوں میں اسے دیر تک آرام کرکے اپنی طاقت کو لوٹانا ہوتا ہے۔ لیکن ریاست کے محصول ادا کرنے کےلئے اسے رقم چاہئے اور رقم حاصل کرنے کے لئے اسے اپنا سارا اناج بیچ دینا چاہئے اور اگر وہ اپنا سارا اناج بیچ دیتا ہے، تو اس کے پاس روٹی کھانے کےلئے اور اگلی فصل بونے کے لئے کافی بیج نہیں بچتے۔ اس کمی کو پورا کرنے کےلئے اسے کتائی کرنی چاہئے... اور اس میں خوب محنت کرنی چاہئے۔ چنانچہ جاڑوں میں کسان آدھی رات کو یا ایک بجے سونے کےلئے لیٹتا ہے اور ۵ یا ۶ بجے اٹھ جاتا ہے۔ یا وہ رات کو ۹ بجے سوجاتا ہے اور صبح ۲ بجے ہی اٹھ کر کام میں لگ جاتا ہے۔ اتنا زیادہ کام اور اتنی کم نیند آدمی کا سارا ست چوس لیتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شہروں کی بہ‌نسبت گاؤں میں لوگ بہت جلدی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ ،، (میرابو : مذکورہ صدر کتاب، جلد سوم، صفحہ ۲۱۲ اور اگلے صفحات)۔

دوسرے ایڈیشن کا حاشیہ۔ اپریل ۱۸۶۶ء میں رابرٹ سومرس کی جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے، تصنیف کے اشاعت کے ۱۸ برس بعد پروفیسر لیئون لیوی نے بھیڑوں کی چراگاھوں کے ہرنوں کے بن میں تبدیل ہونے کے متعلق انجمن فنون کے سامنے ایک لیکچر دیا جس میں انھوں نے

واضح کیا کہ اسکاٹ‌لینڈ کے ہائی‌لینڈز کے تاراج کرنے میں کیا پیش‌قدمی ہوئی ہے۔ اور باتوں کے علاوہ وہ کہتے ہیں: ''بغیر کچھ خرچ کئے آمدنی حاصل کرنے کا سب سے سہل طریقہ بستیوں کو اجاڑنا اور ان کو بھیڑوں کی چراگاہوں میں تبدیل کرنا تھا... بھیڑوں کی چراگاہ کی جگہ ہرنوں کا بن ہائی‌لینڈز میں ایک عام تبدیلی تھی۔ مالکان اراضی نے بھیڑوں کو اسی طرح نکال دیا جس طرح انھوں نے آدمیوں کو اپنی جاگیروں سے نکالا تھا اور نئے مکینوں — جنگلی جانوروں اور پروں‌والے پرندوں کا خیرمقدم کیا... فورفرشائر میں ڈلھوزی کے ارل کی جاگیر سے جان اوگروٹس کی جاگیر تک چلے جائیے، آپ کو کبھی بن کی سرزمین سے باہر نہ نکلنا ہوگا... ان بنوں میں سے بہتوں میں لومڑیاں، جنگلی بلیاں، سموری نیولے، پولکیٹ، واسو نیولے اور پہاڑی خرگوش عام ہیں؛ جب کہ سفید خرگوش، گلہریاں اور چوہے پچھلے دنوں اس علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ زمین کے بڑے بڑے قطعات جس میں بہت ساروں کو اسکاٹ‌لینڈ کے اعداد و شمار میں نہایت مالامال اور وسیع رقبوں میں نہایت اعلی درجے کی چراگاہیں بنایا جاتا ہے، اس طرح سے ہر وضع کی کاشت اور اصلاح سے محروم ہو گئے ہیں اور سال کے ایک مختصر سے عرصے کے لئے کچھ لوگوں کے شوق کو پورا کرنے کے لئے وقف ہیں۔''

۲ جون ۱۸۶۶ء کے لندن کے ''اکنامسٹ'' نے لکھا ہے:
''پچھلے ہفتے اسکاٹ‌لینڈ کے ایک اخبار میں ہم نے یہ خبر بھی پڑھی... 'سدرلینڈشائر میں بھیڑوں کے ایک بہترین فارم کو، جس کا ابھی حال ہی میں ۱۲۰۰ پاؤنڈ سالانہ لگان دینے کی پیش کش ہوئی تھی، موجودہ پٹے کے امسال خاتمے کے بعد ہرنوں کے بن میں تبدیل کر دیا جائیگا!' یہاں ہم کو جاگیرداری کی نئی حس کا پتہ چلتا ہے... جس کے وظائف قریب قریب وہی ہیں جبکہ نارمن فاتحوں نے نیا جنگل بنانے کےلئے ۳۶ گاؤں برباد کر ڈالے تھے... ۲۰ لاکھ ایکڑ... قطعی غیرمزروعہ، جن میں

اسکاٹ‌لینڈ کی بعض انتہائی زرخیز زمینیں تک آجاتی ہیں۔ گلین‌ٹلٹ کی قدرتی گھاس پرتھ کے ضلع کی سب سے زیادہ غذائیت والی تھی۔ بن آلڈر کا ہرنوں کا بن باڈینوچ کے وسیع خطے میں اب تک کی بہترین چراگاہوں میں تھا؛ بلیک ساؤنٹ بن کا ایک حصہ اسکاٹ‌لینڈ میں کالے منہ کی بھیڑوں کے لئے بہترین چراگاہ تھا۔ اسکاٹ لینڈ میں محض شوق شکار کی غرض سے جو زمین زراعت سے محروم کر دی گئی ہے اس کا کچھ اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعی طور پر پرتھ کے پورے ضلع کے رقبے سے زیادہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بن آلڈر کے بن کے وسائل سے اس نقصان کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جو اس کو زبردستی سے بیابان بنانے سے ہو رہا ہے۔ اس زمین پر ۱۵ ہزار بھیڑیں پلتیں اور چونکہ اسکاٹ لینڈ میں پرانی جنگلاتی زمین کے تیس میں سے ایک حصے کے برابر بھی یہ زمین نہیں تھی... اس لئے... وغیرہ... وہ ساری جنگلاتی زمین اسی طرح سے قطعی غیرسنافع بخش ہے... اچھا ہوتا کہ یہ بحیرۂ جرمنی میں غرق ہوگئی ہوتی... اس قسم کے برجستہ بیابانوں یا ویرانوں کا قانون سازی کی فیصلہ کن مداخلت سے خاتمہ کردیا جانا چاہئے۔ "، صفحہ ۲۹

۳۵ - "تجارت وغیرہ پر مضمون"، کا مصنف کہتا ہے: "ایڈورڈ ششم کے عہد حکومت میں، انگریز واقعی صنعتوں کی ہمت افزائی کرنے اور غریبوں کو ملازمت دینے پر سنجیدگی سے آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس کا علم ہم کو ایک قابل غور قانون سے ہوتا ہے جو یہ ہے: 'یہ کہ تمام آوارہ گردوں کو داغ دیا جایا کرے گا وغیرہ'۔ " (مذکورہ صدر کتاب، ۱۷۷۰ء، صفحہ ۵ -) صفحہ ۳۱

۳۶ - تھامس مور اپنی تصنیف "یوٹوپیا"، میں لکھتا ہے: "اس لئے وہ لالچی اور حریص اور اپنے وطن کے حق میں عذاب الٰہی، ہزاروں ایکڑ زمین کو حلقے میں لے کر ایک ہی جنگلے یا باڑھ میں گھیر سکتا ہے، کھیتی کرنے والے کسانوں

کو اپنے هی گھروں سے نکال دیا جاتا ھے، یا تو مکاری اور فریب سے یا زور زبردستی کرکے انھیں گھر سے باھر کر دیتے ھیں یا طرح طرح سے ان کے ساتھ زیادتیاں کرکے اور تکلیفیں پہنچا کر اس قدر پریشان کر دیا جاتا ھے کہ وہ سب کچھ بیچ ڈالنے پر مجبور ھوجاتے ھیں: ایک طریقے سے، اس لئے، یا دوسرے طریقے سے سیدھے سبھاؤ یا چالاکی سے، ان کو تو یہ چاھئے کہ وہ غریب، غلام، تباہ حال مرد عورتیں، خاوند بیویاں، یتیم بچے بیوائیں، مصیبت زدہ مائیں اپنے گود کے بچوں کے ساتھ، اور ان کا سارا گھر پریوار، مال میں تھوڑا، تعداد میں زیادہ کیونکہ کھیتی کرنےوالوں کو کام کرنے والے بہت سے چاھئے ھوتے ھیں - تو میں کہتا ھوں، وہ نکل کھڑے ھوتے ھیں اپنے جانے بوجھے مانوس گھروں سے سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں جو نہیں ملی - ان کے گھربار کا سارا سامان، جس کی مالیت بہت ھی تھوڑی ھوتی ھے، حالانکہ فروخت کیا جائے تو دام اٹھا لے: لیکن چونکہ اچانک نکالے ھوئے ھوتے ھیں اس لئے مٹی کے مول بیچنے پر مجبور ھوتے ھیں - اور جب وہ مارے مارے پھر کر سب ختم کر ڈالتے ھیں، تو پھر وہ کیا کریں جو چوریاں نہ کریں، اور پھر پھانسی پر لٹکا دئے جائیں، یا پھر بھیک مانگتے پھریں - یہ بھی نہیں تو ان کو آوارہ گرد ٹھہرا کر کال کوٹھڑیوں میں ڈال دیا جاتا ھے، کیونکہ وہ مارے مارے پھرتے رھتے ھیں اور کام نہیں کرتے: وہ کہ جنھیں کوئی بھی آدمی کام نہیں دے گا، حالانکہ وہ خود بھی اپنی مرضی سے ایسا کرنے کو کبھی ھرگز تیار نہیں ھوں گے - ،، گھروں سے نکالے ھوئے ان ناداروں میں سے جن کے متعلق تھامس مور نے کہا ھے کہ وہ چوریاں کرنے پر مجبور کر دئے گئے تھے ''۲۰۰۰ بڑے اور چھوٹے چوروں کو،، ھینری ھشتم کے عہد حکومت میں ''سزائے موت دے دی گئی،،- (ھولنشیڈ ''بیان انگلستان،،، جلد اول، صفحہ ۱۸۶ -) ایلیزبیتھ کے عہد میں ''بدمعاشوں کی

فوراً ہی مشکیں کس دی جایا کرتی تھیں، اور یہ کہ عام طور سے ایک سال بھی ایسا نہیں جاتا تھا کہ جب تین یا چار سو کو پھانسی کے تختے ہڑپ کرکے ختم نہ کر ڈالتے ہوں۔ ،، (اسٹرائپ کے ''وقائع تجدید مسیحیت اور قیام مذہب پر اور ملکہ ایلیزبیتھ کے عہد مبارک میں کلیسائے انگلستان کے دوسرے مختلف واقعات پر،،، دوسرا ایڈیشن، ۱۷۲۵ء، جلد دوئم)۔ اسٹرائپ موصوف کے قول کے مطابق، سومرسٹ شائر میں، ایک سال میں، ۴۰ افراد کو پھانسی دی گئی، ۳۵ ڈاکوؤں کے ہاتھ داغے گئے، ۳۷ کے کوڑے لگائے گئے، اور ۱۸۳ ''ناقابل اصلاح آوارہ گرد،، قرار دے کر چھوڑدئے گئے۔ اس کے باوجود ان کی رائے یہ ہے کہ قیدیوں کی یہ بڑی تعداد جرائم پیشہ لوگوں کی اصل تعداد کا پانچواں حصہ بھی نہیں، وجہ یہ کہ پاسبان حق و انصاف لاپروا ہیں اور لوگوں کے دلوں میں احمقانہ ہمدردی۔ اور اس اعتبار سے انگلستان کے دوسرے اضلاع سومرسٹ شائر سے بہتر نہیں تھے، جبکہ کچھ تو اس سے بھی خراب۔ صفحہ ۳۲

۳۷ - آدم اسمتھ کہتے ہیں: ''جب کبھی بھی قانون ساز ادارہ آقاؤں اور ان کے کامگاروں کے درمیان اختلافات میں نظم و ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے مشیر ہمیشہ آقا ہوا کرتے ہیں۔ ،، لنگوئیت نے کہا ہے: ''قانونوں کی روح ہے املاک۔ ،، صفحہ ۳۴

۳۸ - ''آزاد تجارت کے مغالطے،، ازقلم ایک بیرسٹر۔ لندن ۱۸۵۰ء، صفحہ ۲۰۶۔ انہوں نے تیکھے انداز میں مزید کہا ہے کہ ''ہم مالک کی طرف سے دخل اندازی کرنے کو تو خاصے تیار رہتے ہیں، کیا اب مزدور کی خاطر کچھ نہیں کیا جا سکتا؟،، صفحہ ۳۵

۳۹ - جیمز اول کے قانون مجریہ دوسرے سال جلوس کے باب ۶ کی ایک دفعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض کپڑا

6—2547

بنانے والوں نے مقامی منصف کے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے اپنی کارگاھوں میں اجرتوں کی سرکاری شرحیں مقرر کرنے کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی۔ جرمنی میں خصوصاً تیس سالہ جنگ کے بعد، اجرتیں کم رکھنے کے قوانین عام تھے۔ ''جن ضلعوں کی آبادی گھٹ گئی تھی ان میں مالکان اراضی کے لئے نوکروں اور مزدوروں کی قلت بڑی ھی تکلیف دہ ھوگئی تھی۔ تمام گاؤں والوں کو تنہا مردوں اور عورتوں کو کمرے کرائے پر دینے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ موخرالذکر تمام کے لئے لازم تھا کہ ان کے بارے میں حکام کو اطلاع دی جائے اور اگر وہ خادمہ بننے کو رضامند نہ ھوں تو ان کو قید کر دیا جائے خواہ وہ کسی اور کام کے سلسلے میں جیسے کہ روزانہ کی اجرت پر کسانوں کے ھاں بیج بونے پر ملازم ھو یا یہاں تک کہ اناج خریدنے اور فروخت کرنے کا کام کرتی ھوں۔،، (''سیلیسیا کے لئے شاھی مراعات اور قوانین،،، اول، ۱۲۵) - پوری ایک صدی تک چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں کے قوانین میں بدقماش اور گستاخ گنواروں کے متعلق بار بار چیخ پکار ھوتی ھے کہ جو اپنی قسمت کی مصیبتیں چپ چاپ نہیں جھیلتے، قانون کے مطابق اجرت پر مطمئن نہیں ھوتے؛ انفرادی طور پر مالکان اراضی کو ریاست کی طرف سے مقررہ شرح سے زیادہ مزدوری دینے کی ممانعت ھے۔ اور پھر بھی ملازمت کے حالات جنگ کے بعد بہتر تھے بہ‌نسبت ۱۰۰ سال بعد کے؛ ۱۶۵۲ء میں سیلیسیا کے کھیتوں پر کام کرنے‌والے مزدور ھفتے میں دو بار گوشت کھاتے تھے جبکہ ھماری موجودہ صدی میں ایسے ضلعوں کا علم ھے جہاں وہ سال میں صرف تین بار گوشت کھاتے ھیں۔ علاوہ ازیں، جنگ کے بعد اجرتیں اگلی صدی کی بہ‌نسبت زیادہ تھیں۔ (جی۔ فریٹاگ) صفحہ ۳۶

۴۰۔ اس قانون کی دفعہ ۱ یوں ھے: ''ایک سی سماجی سطح اور پیشے کے لوگوں کی ھر طرح کی تنظیموں کو ختم کر دینا

چونکہ فرانسیسی آئین کی بنیاد ہے، اس لئے ایسی تنظیموں کے کسی بھی بہانے سے اور کسی بھی شکل میں پھر سے قیام پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔ ،، دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر ''یکساں پیشوں، فنوں یا دستکاریوں میں لگے ہوئے شہری اپنی دستکاری یا اپنی محنت کی شکل میں مدد دینے سے انکار کرنے کی غرض سے یا صرف ایک مقررہ معاوضے پر فروخت کرنے کی غرض سے آپس میں صلاح مشورہ کریں گے یا کوئی سمجھوتہ کریں گے تو اس قسم کے ہر ایک مشورے اور سمجھوتے کو... غیرقانونی قرار دے دیا جائیگا اور اسے آزادی اور حقوق انسانی کے اعلان نامے پر حملہ تصور کیا جائیگا، وغیرہ۔ ،، چنانچہ مزدوروں کے پرانے قوانین ہی کے بموجب، سنگین جرم۔ (''روالوسیاں داپاری،، ، پیرس، ۱۷۹۱ء، جلد ۳، صفحہ ۵۲۳۔) صفحہ ۳۹

۴۱۔ بوشیز ایترو : ''ہستوری پارلیمینتر،، باب دہم، صفحات ۱۹۳ - ۱۹۵ - جابجا۔ صفحہ ۳۹

۴۲۔ اپنی تصنیف ''بیان انگلستان،، میں ہیریسن لکھتے ہیں : ''پرانے لگان کے چار پاؤنڈ اتفاق سے اگر بڑھا کر چالیس کر دئے جائیں تو اپنی میعاد کے خاتمے پر، اگر اس کے پاس چھ یا سات برس کا لگان جمع باقی نہ رہ گیا ہو، پچاس یا سو پاؤنڈ، پھر بھی کاشتکار یہی سوچے گا کہ اس کا منافع بہت تھوڑا رہا۔ ،، صفحہ ۴۱

۴۳۔ سولھویں صدی میں قدر زر کی کمی کے سماج کے مختلف طبقوں پر اثرات کے متعلق ڈبلو۔ ایس۔ جنٹلمین کی تصنیف (لندن، ۱۸۵۱ء) ''آجکل کے زمانے میں ہمارے مختلف ہم‌وطنوں کی بعض معمولی شکایتوں کا ایک جامع یا مختصر معائینہ،، ملاحظہ فرمائیے۔ اس تصنیف کو طرز تحریر مکالماتی ہونے کے باعث عرصہ دراز تک لوگ شیکسپئیر سے منسوب کرتے رہے، اور ۱۷۵۱ء تک میں یہ ان ہی

کے نام سے شائع کی گئی۔ اس کے مصنف ولیئم اسٹیفورڈ هیں۔ ایک جگه سردار اس طرح گویا هوتا هے:
سردار: "تم، میرے پڑوسی، کاشتکار، تم صاحبزادے میرسر اور تم بھلے سانس کوپر، دوسرے دستکاروں کے ساتھ، اپنی خوب اچھی طرح بچت کرسکتے هو۔ کیونکه پہلے سے اب ساری چیزیں جتنی زیادہ مہنگی هیں اتنی هی تم اپنے بیچنے کے سامان کے دام بڑھا دیتے هو اور مزدوری بھی جو تم لیتے هو۔ مگر همارے پاس بیچنے کو تو کچھ نہیں هے که جس کے هم دام بڑھا سکیں، ان چیزوں کے برابر کرنے کو جو همیں پھر خریدنی پڑتی هیں۔"، ایک اور جگه سردار ڈاکٹر سے پوچھتا هے: "میں پوچھتا هوں آپ سے، وہ کس قسم کے لوگ هیں جن سے آپ کی مراد هے۔ اور سب سے پہلے تو وہ که جن کے بارے میں آپ سمجھتے هیں که اس طرح سے ان کو کوئی نقصان نہیں هوتا؟"، ڈاکٹر: میری مراد ان سب سے هے جو خرید و فروخت سے روزی کماتے هیں۔ کیونکه جتنا مہنگا وہ خریدتے هیں، اتنا هی پھر بیچتے بھی هیں۔ سردار: دوسری وضع کونسی هے جس کی آپ کہتے هیں اس سے جیت رهیگی؟ ڈاکٹر: ارے، وهی سب جو پرانے لگان پر کھیت لئے هوئے هیں خود کھیتی کرتے هیں، کیوں بھلا اس لئے که دیتے تو هیں پرانے داموں، بیچتے هیں نئے داموں — مطلب یه که زمین کا تو دیتے هیں بہت هی سستا اور اس پر چیزیں جو اگاتے هیں وہ سب بیچتے هیں مہنگی۔ سردار: وہ کونسی قسم هے جسے، آپ نے کہا، زیادہ نقصان هوگا اس سے، جتنا نفع هوگا ان لوگوں کو؟ ڈاکٹر: یه سب هیں، امیر لوگ، شریف لوگ، اور باقی سب جن کی آمدنی یا تو محدود لگان داری سے هوتی هے یا وظیفے سے یا جو زمین پر کھیتی نہیں کرتے یا خرید و فروخت کا کام نہیں کرتے۔"، صفحه ۳۱

۴۴۔ فرانس میں قرون وسطی کے ابتدائی زمانے میں رژے سر، کارندہ، جاگیرداروں کے مطالبے جمع کرنےوالا منشی، تھوڑے

دنوں میں تاجر بن گیا اور جس نے مال و زر اینٹھ کر، عیاری وغیرہ سے اپنے آپ کو سرمایہ‌دار بنا لیا۔ یہ رڑے سر بعض اوقات خود امراء ہوتے تھے۔ مثلاً ''بے ساں کوں کے قلعہ دار سردار جناب جیک دے تھوریں نے دے جوں میں برگنڈی کے ڈیوک اور کاؤنٹ کی طرف سے حساب کتاب رکھنےوالے رئیس کے سامنے مذکورہ صدر جاگیر میں ۲۵ دسمبر ۱۳۵۹ء سے دسمبر ۱۳۶۰ء کے اٹھائیسویں دن تک کے اگان کی وصولی کی فرد پیش کی۔،، (الیکسس سونتیل، ''ترایئتے دے سیتیریا سینوس کریتس وغیرہ،،۔ صفحات ۲۳۴، ۲۳۵)۔ یہیں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ کس طرح سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑا حصہ بچولی کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر معاشی میدان عمل میں پونجی لگانے والے، سٹہ بازار میں سٹہ کھیلنے والے، سوداگر، دوکاندار بالائی نکال لے جاتے ہیں؛ دیوانی معاملات میں وکیل اپنے موکلوں کی کھال کھینچ لیتے ہیں؛ سیاست میں ووٹ دینے والوں سے زیادہ اہمیت نمائندے کو حاصل ہوتی ہے، وزیر کو بادشاہ سے زیادہ؛ مذہب میں خدا کو ''شفاعت کرانے والا،، پس‌منظر میں دھکیل دیتا ہے، موخرالذکر کو پھر پادری پرے ہٹا دیتے ہیں، کہ جو اچھے گلہ بان اور بھیڑوں کے درمیان ناگزیر بچولی ہوتے ہیں۔ فرانس میں، انگلستان کی طرح، بڑے بڑے جاگیری علاقے بے شمار چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں تقسیم کردئے گئے تھے، لیکن عوام کے لئے عدیم المثال زیادہ ناموافق حالات کے تحت۔ چودھویں صدی میں فارم یا تیریئے وجود میں آئے۔ ان کی تعداد متواتر بڑھتی رہی، ایک لاکھ سے زیادہ تک۔ لگان میں وہ کل پیداوار کے بارھویں سے پانچویں حصے تک نقد یا جنس میں ادا کیا کرتے تھے۔ علاقوں کی قدر و قیمت اور رقبے کے مطابق یہ فارم جاگیروں اور ذیلی جاگیروں وغیرہ میں تقسیم تھے۔ ان میں سے بہتیرے تو صرف چند ایکڑ پر مشتمل تھے۔ لیکن ان کاشتکاروں کو اس کی سرزمین پر رہنے والوں پر کچھ اختیارات حاصل تھے: چار درجے

مقرر تھے۔ ان سب چھوٹے چھوٹے جابروں کے تحت زراعت پیشہ آبادی کی مظلومیت بہ آسانی سمجھ لی جائیگی۔ سونتیل کہتے ھیں کہ ایک بار ایسا ھوا کہ فرانس میں ججوں کی تعداد ایک لاکھ ۶۰ ھزار تک پہنچ گئی، جبکہ آج ۴ ھزار عدالتیں جن میں مقامی منصف بھی شامل ھیں، کافی ھوتی ھیں۔ صفحہ ۳۱

۳۵ - اپنی تصنیف ''نوشنز دا فلاسوفی ناتوریل،،، پیرس، ۱۸۳۸ء۔ صفحہ ۳۲

۳۶ - وہ نکتہ جس پر سر جیمز اسٹوارٹ زور دیتے ھیں - صفحہ ۳۲

۳۷ - سرمایہ‌دار کا کہنا یہ ھے کہ ''میں تمھیں یہ عزت بخشونگا کہ تم سے اپنی عزت کراؤنگا، بشرطیکہ تمھیں حکم دینے میں مجھے جو تکلیف ھوگی اس کے عوض میں تمھارے پاس جو کچھ بچا ھے، وہ تم مجھے سونپ دو - ،، (جے - جے - روسو، ''دسکورس سور ایکونوسی پولی‌تیک،،۔) صفحہ ۳۳

۳۸ - سیرابو، مذکورہ صدر کتاب، جلد سوئم، صفحات ۲۰ — ۱۰۹، جابجا۔ اس بات کی وضاحت کہ سیرابو الگ الگ کارگاھوں کو ''ایک ساتھ ملی ھوئی،، کی بہ‌نسبت زیادہ کفایتی اور زیادہ پیداوار دینے والی سمجھتے ھیں، اور موخرالذکر کو محض حکومت کی کوشش کے تحت مصنوعی طور پر باھر سے لائی ھوئی چیز، ان دنوں براعظم کی اشیاٴسازی کے مرکزوں کے ایک بڑے حصے کی حالت سے ھو جاتی ھے - صفحہ ۳۵

۳۹ - ''۲۰ پاؤنڈ اون، کوئی رکاوٹ ڈالے بغیر ایک مزدور کے کنبے کے پہننے کے سال بھر کے کپڑوں میں، اس کی اپنی محنت سے دوسرے کام کے بیچ بیچ میں کرنے سے تبدیل ھو جائے — تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ دکھائی جائے؛ مگر اسی کو منڈی میں لے آئیے، فیکٹری میں بھیج دیجئے،

وهاں سے دلال کے پاس، وهاں سے دوکاندار کے پاس اور آپ دیکھیں گے کہ بڑے تجارتی سودے هو گئے اور نام چارے کا سرمایه اپنی قدر سے سو گنی رقم بن گیا۔ مزدور طبقے کا اس طرح استحصال کیا جاتا ہے کہ وہ فیکٹری کی بدحال آبادی کو، کارگاهیں قائم کرنے والے ایک طفیلی طبقے کو اور ایک جعلی کاروباری، مالی اور مالیاتی نظام کو سہارا دئیے رهے۔ ،، (ڈیوڈ ارکہارٹ، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ ۱۲۰ ۔) صفحہ ۴۵

۵۰ - کرام‌ویل کا زمانه مستثنات میں سے ہے۔ جب تلک جمہوریه برقرار رهی تب تلک انگلستان کے تمام درجوں کے عوام الناس اس ذلت سے نکل آئے تھے کہ جس میں ٹیوڈروں کے تحت وہ غرق هوگئے تھے۔ صفحہ ۴۶

۵۱ - ٹکیٹ کو علم ہے کہ جدید اونی صنعت، مشینوں کے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ اصل اشیا‌ٴسازی سے اور دیہی اور گھریلو صنعتوں کے تباہ ہونے سے ابھری ہے۔ ’’هل، جوا ’دیوتاؤں کی ایجاد اور سورماؤں کا پیشه، تھے؛ کیا تکله اور کرگھا یا اٹیرن کچھ کم ذی‌حیثیت کی اولاد ہیں۔ اٹیرن اور هل کو، تکلے اور جوئے کو الگ کر دیجئے تو آپ کو فیکٹریاں اور محتاج خانے، قرضے اور خوف و هراس مل جائیں گے، دو دشمن قومیں، زراعتی اور کاروباری ۔ ،، (ڈیوڈ ارکہارٹ، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ ۱۲۲ ۔) لیکن اب کیری آتے ہیں اور وہ انگلستان پر چیخ رہے ہیں، یقیناً بلا وجه نہیں، کہ وہ هر غیرملک کو محض ایک زراعت پیشه قوم میں تبدیل کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ جس کا صنعت کار انگلستان کو ہونا ہے۔ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے ترکی اسی طرح سے تباہ ہوا ہو، کیونکه ’’زمین کے مالکوں اور پٹے داروں کو انگلستان نے کبھی موقع هی نہیں دیا کہ وہ هل اور کرگھے کے، ہتھوڑے اور سراون کے درمیان قدرتی اتحاد سے اپنے آپ کو طاقتور بنائیں ۔ ،، (’’تجارت غلامان،، صفحہ ۱۲۵ ۔) ان کے قول

کے مطابق ارکھارٹ خود ترکی کی بربادی کا، جہاں انہوں نے انگلستان کے مفاد میں آزادانہ تجارت کے حق میں ڈھول پیٹے تھے، سب سے بڑا وسیلہ تھے۔ اس میں لطف یہ ہے کہ کیری، جو ویسے بڑے روس دوست ہیں، علیحدگی کے عمل کو تحفظ کے اسی نظام کے ذریعے باز رکھنا چاہتے ہیں جو اس کی رفتار کو تیز کرتا ہے۔ صفحہ ۳۷

۵۲ - انسان دوست معاشیات داں جیسے کہ مل، روگرس، گولڈون، اسمتھ، فاسیٹ وغیرهم اور اعتدال پسند صنعت کار جیسے کہ جان برائٹ اینڈ کمپنی انگلستانی مالکان اراضی سے پوچھا کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی کائن سے ایبل کے متعلق پوچھتا ہے، ہمارے ہزارہا دائمی مالک کاشتکار کہاں گئے؟ مگر پھر تم کہاں سے آئے؟ ان غیرمیعادی کاشتکاروں کی نباہی سے۔ آگے کچھ اور کیوں نہیں پوچھتے، کپڑا بننے والے، سوت کاتنے والے اور دستکار جو آزاد تھے وہ کہاں گئے؟ صفحہ ۳۷

۵۳ - صنعتی یہاں زراعتی کے برعکس معنوں میں ہے۔ ''قطعی،، معنوں میں کاشتکار اسی قدر صنعتی سرمایہ‌دار ہوتا ہے جتنا کہ کوئی صنعت کار۔ صفحہ ۳۷

۵۴ - ''قدرتی اور مصنوعی حقوق ملکیت کا موازنہ،، لندن، ۱۸۳۲ء، صفحات ۹۸، ۹۹ - گمنام تصنیف کے مصنف کا نام: ''تھه۔ ھاگسکن،،۔ صفحہ ۳۸

۵۵ - ۱۷۹۴ء تک بھی لیڈس کے چھوٹے چھوٹے کپڑا بنانےوالوں نے ایک وفد پارلیمنٹ کو یہ عرضداشت لیکر بھیجا تھا کہ سوداگر کو صنعت کار بنجانے کی ممانعت کر دینے کا قانون بنایا جائے۔ (ڈاکٹر آئیکن، ''مینچسٹر کے ۳۰ سے ۴۰ میل تک کے مضافات کا تذکرہ،، لندن، ۱۷۹۵ء۔) صفحہ ۳۸

۵۶ - ولیئم هاویٹ ''نوآباد کاری اور مسیحیت: اپنی تمام نوآبادیوں میں یوروپیوں کے دیسیوں کے ساتھ برتاؤ کی ایک عام فہم

تاریخ،، - لندن، ۱۸۳۸ء، صفحہ ۹ - غلاموں کے ساتھ برتاؤ پر چارلس کومٹے کی ایک اچھی تالیف ھے ''ترائیتے دلا لیجسلاسیون،،، تیسرا ایڈیشن، برکسیلز، ۱۸۳۷ء - اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاھئے، یہ دیکھنے کے لئے کہ بورژوازی کا جہاں کہیں بھی بس چلتا ھے وہ اپنا اور مزدوروں کا کیا حال کرتی ھے، دنیا کو خود اپنے تصور کے مطابق کیسے ڈھالتی ھے - صفحہ ۴۹

۵۷ - تھامس اسٹیمفورڈ ریفلس، اس جزیرے کے سابق لیفٹنٹ گورنر: ''جاوا کی تاریخ،، - لندن، ۱۸۱۷ء - صفحہ ۴۹

۵۸ - ۱۸۶۶ء میں دس لاکھ سے زیادہ ھندوستانی صرف ایک صوبے اڑیسہ ھی میں بھوکوں مر گئے - پھر بھی فاقے کرنےوالے لوگوں کے ھاتھوں ضروریات زندگی جس قیمت پر فروخت کی جایا کرتی تھیں اس سے ھندوستانی خزانے کو مالا مال کرنے کی کوشش کی گئی - صفحہ ۵۱

۵۹ - ولیئم کابیٹ کہتے ھیں کہ انگلستان میں عام لوگوں کے تمام اداروں کو ''شاھی،، کہا جاتا ھے اس کے پاسنگ میں، مگر، وھاں قرضہ ''قومی،، ھوتا ھے - صفحہ ۵۳

۶۰ - ''اگر تاتاری آجکل یورپ پر حملہ کریں تو ان کو یہ سمجھانا بہت ھی مشکل ھوگا کہ ھم جسے مہتمم مالیات کہتے ھیں وہ کیا بلا ھوتی ھے -،، مانتے سکیو ''ایسپریت دے لوئی،، جلد چہارم، صفحہ ۳۳، لندن، ۱۷۶۹ء - صفحہ ۵۵

۶۱ - میرابو، مذکورہ صدر کتاب - جلد ششم، صفحہ ۱۰۱ - صفحہ ۵۸

۶۲ - ایڈن، مذکورہ صدر کتاب، جلد اول، حصہ دوئم، باب اول، صفحہ ۴۲۱ - صفحہ ۵۸

۶۳ - جان فلڈین ''فیکٹری نظام کی لعنت،، - لندن، ۱۸۳۶ء، صفحات ۵، ۶ - فیکٹری کے نظام کی اس سے پہلے کی برائیوں پر ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر آئیکن (۱۷۹۵ء) کتاب ھذا صفحہ ۲۱۹ اور گسبورن: ''آدمیوں کے فرائض کی تحقیق،،،

۱۷۹۵ء، جلد دوئم۔ جب دخانی انجن نے فیکٹریوں کو دیہاتی آبشاروں کے پاس سے ہٹا کر شہروں کے بیچوں بیچ پہنچا دیا تو ''پرہیزگار،، قدرزائد بنانے والے کو بچکانہ سال قریب ہی تیار مل گیا اور اس کو کارگاہوں سے غلاموں کو تلاش کرکے لانے کی مجبوری سے نجات مل گئی۔ جب سر آر۔ پیل نے (''وزیر امکانات،، کے جداسجد) جب ۱۸۱۵ء میں بچوں کے تحفظ کے لئے اپنا مسودۂ قانون پیش کیا تو فرنسس ہرنر ''بلیئن کمیٹی،، کے روح رواں اور ریکارڈو کے قریبی دوست نے دارالعوام میں کہا تھا: ''اس بات کی تو تشہیر ہو چکی ہے کہ ایک دیوالیئے کے سامان کے ساتھ ان بچوں کی ایک ٹولی، اگر یہ لفظ میں استعمال کر سکوں تو، فروخت کے لئے پیش کی گئی اور برسر عام اس کو جائداد و املاک کے ایک حصے کی طرح مشتہر کیا گیا تھا۔ اس سے دو برس پہلے عدالت شاہی کے علم میں ایک انتہائی اذیت ناک مثال پیش کی گئی تھی جب ان لڑکوں میں سے کئی جنہیں لندن کے ایک علاقے نے ایک صنعت کار کو بطور شاگرد دے دیا تھا، کسی دوسرے کو منتقل کر دئے گئے اور بعض مخیر حضرات نے ان کو بھوکوں مرتے پایا تھا۔ ایک اور ہولناک واقعے کا مجھے اس وقت علم ہوا تھا جبکہ میں ایک (پارلیمنٹری) کمیٹی کا ممبر تھا... یہ کہ چند ہی برس قبل لندن کے ایک علاقے اور لنکاشائر کے ایک صنعت کار کے درمیان سمجھوتہ ہوا، جس کے بموجب طے پایا کہ ہر ۲۰ تندرست بچوں پر ایک غبی بچہ لیا جائے۔،، صفحہ ٦۰

٦۴ - ۱۷۹۰ء میں انگلستانی جزائرغرب الہند میں ایک آزاد آدمی پر دس غلام تھے، فرانسیسی میں ایک پر چودہ، ولندیزی میں ایک پر تیئیس۔ (ہینری بروگھم ''یورپی طاقتوں کی نوآبادیاتی پالیسی کی تحقیقات،،۔ ایڈینبرا، ۱۸۰۳ء، جلد دوئم، صفحہ ۷۴)۔ صفحہ ٦۱

۶۵ - ''محنت کش غریب،، کا فقرہ انگلستانی قوانین میں اس وقت سے ھی ملتا ھے جبکہ اجرتی مزدوروں کا طبقہ نمایاں ہونے لگتا ھے - یہ اصطلاح ایک طرف تو ''بے کار غریب،،، بھکاریوں وغیرہ کے برعکس استعمال کی جاتی ھے اور دوسری طرف ان مزدوروں کے برعکس جو، ان کبوتروں کی طرح جن کو ابھی پر قینچ نہیں کیا گیا ہو، ابھی تک خود اپنے ذرائع محنت کے مالک ہوں - کتاب قانون سے منتقل ہو کر یہ سیاسی معاشیات میں چلی گئی اور کولپیپر، جے - چائلڈ وغیرہ سے منتقل ہوتی ہوئی آدم اسمتھ اور ایڈن تک پہنچ گئی - اس کے بعد ''ملعون سیاسی ریا کار،، ایڈمنڈ برکے کی ''نیک نیتی،، کا اندازہ لگایا جا سکتا ھے، جبکہ انھوں نے ''محنت کش غریب،، کی اصطلاح کو ''ملعون سیاسی ریا کاری،، کہا تھا - انگلستانی امراء کا تنخواہ‌دار یہ خوشامدی جس نے فرانسیسی انقلاب کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کی خوب تعریفیں کیں، ٹھیک اس طرح جس طرح کہ شمالی امریکی نوآبادیوں کے تنخواہ دار کی حیثیت سے اس نے امریکی جھگڑوں کے شروع میں انگریز طبقۂ امراء کے خلاف اعتدال پسند ہونے کا ڈھونگ رچا تھا، سرتاپا اوچھا بورژوا تھا - ''تجارت کے قوانین، قوانین قدرت اور اس لئے خدائی قوانین،، (ای - برکے ''قلت کے متعلق غور و فکر اور تفصیلات،، - لندن، ۱۸۰۰ء، صفحات ۳۱، ۳۲ -) چنانچہ کوئی تعجب کی بات نہیں ھے کہ خدا کے اور قدرت کے قوانین کی پابندی کرتے ہوئے اس شخص نے اپنے آپ کو بہترین منڈی میں فروخت کیا! اسی ایڈمنڈ برکے کا، اعتدال پسندی کے زمانے کا ایک بہت ھی اچھا چربہ ایوریند مسٹر ٹکر کی تحریروں میں ملتا ھے - ٹکر ایک پادری اور ٹوری تھے لیکن اس کے علاوہ وہ ایک معزز شخص اور لائق سیاسی معاشیات داں تھے - آجکل کے کردار کی رسوائے زمانہ بزدلی کے مقابلے میں اور ''قوانین تجارت،، میں انتہائی لگن کے ساتھ عقیدہ رکھنے والوں کے زمانے میں، ہمارا لازمی فرض ھے کہ برکوں کو جو اپنے جانشینوں سے

صرف ایک هی چیز — صلاحیت — میں مختلف هیں، بار بار نشان زد کریں - صفحه ٦١

٦٦ - ماری آگیئر : ''دو کریدیت پبلیک،، - پیرس، ۱۸۴۲ء - صفحه ٦١

٦٧ - ایک سه ماهی جائزے کا کهنا هے که سرمایه طوفان اٹھاتا اور جهگڑے مچاتا هے اور مسکین صورت هوتا هے، جو نهایت صحیح هے؛ لیکن یه قضئے کا نهایت نامکمل بیان هے - سرمایه کسی منافع سے یا نهایت قلیل منافع سے پرهیز نهیں کرتا، ٹھیک اس طرح جس طرح که قدرت کے متعلق پهلے کها جاتا تها که اس کو خلا سے نفرت هوتی هے - کافی منافع سے سرمائے میں بڑی هی جرأت آجاتی هے - ۱۰ فیصدی یقینی اگر هو تو اس کے کهیں بھی لگنے کی ضمانت هو سکتی هے، ۲۰ فیصدی سے یقیناً اشتیاق پیدا هوگا، ۵۰ فیصدی سے قطعی بے باکی، ۱۰۰ فیصدی اس کو تمام قوانین انسانی پامال کرنے کو مستعد کر دیگا؛ ۳۰۰ فیصدی اور پهر تو کوئی بھی جرم ایسا نهیں جس کے ارتکاب سے، نه کوئی خطره جسے مول لینے سے وه هچکچائے، یهاں تک که چاهے اس کے مالک کے پهانسی پر لٹک جانے کا هی خدشه کیوں نه هوں - اگر بدامنی اور جنگ و جدل سے منافع هو تو وه دونوں کی آزادانه همت افزائی کرے گا - اسمگلنگ اور غلاموں کی تجارت نے وه سب کچھ بخوبی ثابت کر دیا هے جو یهاں بیان کیا گیا هے - ،، (ٹی - جے - ڈننگ : ''ٹریڈیونینیں اور هڑتالیں،، - لندن، ۱۸٦۰ء، صفحات ۳۵، ۳٦ -) صفحه ٦١

٦۸ - ''هم آجکل پوری طرح نئے سماجی حالات میں زندگی بسر کر رهے هیں... همارا رجحان یه هے که هم هر طرح کی املاک سے هر طرح کی محنت کا تعلق ختم کر دیں - ،، (سسموندی ''نووے پرنسی پے دے لا ایکنومی پولیتک،،، پیرس، جلد دوئم، صفحه ۴۳۴ -) صفحه ٦۳

۶۹ - صنعت کا فروغ جس کو غیرارادی طور پر بڑھاوا بورژوازی دیتی ہے، مقابلہ بازی کے باعث مزدوروں کے الگ تھلگ رہنے کی جگہ تنظیم و انجمن کے باعث ان کے انقلابی اتصال و اتحاد کو مل جاتی ہے - اس لئے جدید صنعت کی نشو و نما اور ترقی اس بنیاد کو ہی بورژوازی کے پیروں کے نیچے سے کھسکا دیتی ہے جس پر وہ مصنوعات تیار کرتی اور اینٹھ لےجاتی ہے - اس لئے بورژوازی سب سے مقدم جو کچھ پیدا کرتی ہے وہ خود اس کے گورکن ہیں۔ اس کا زوال اور پرولتاریہ کی فتح یکساں ناگزیر ہیں... ان تمام طبقوں میں سے جو آج بورژوازی کے آمنے سامنے کھڑے ہیں، صرف پرولتاریہ ہی حقیقی انقلابی طبقہ ہے - دوسرے طبقے جدید صنعت کے بالمقابل ختم اور غائب ہوجاتے ہیں، پرولتاریہ اس کی خاص اور لازمی پیداوار ہے... نچلے درمیانی طبقے: چھوٹے چھوٹے صنعت کار، دوکاندار، دستکار، کسان یہ سب درمیانی طبقے کے ٹکڑوں کی حیثیت سے اپنے وجود کو مٹنے سے بچانے کے لئے بورژوازی کے خلاف لڑتے ہیں... وہ رجعت پسند ہوتے ہیں کیونکہ وہ تاریخ کے پہیے کو الٹا گھمانا چاہتے ہیں - (کارل مارکس انڈ فریڈرک اینگلس، ''مینی‌فیسٹ ڈر کمونسٹی‌شین پارٹی''، لندن، ۱۸۴۸ء، صفحات ۹، ۱۱ -) صفحہ ۶۵

۷۰ - یہاں ہمارے زیربحث اصل نوآبادیاں، اچھوت زمینیں ہیں جن میں آزاد مہاجرین جاکر آباد ہو گئے تھے - ریاستہائے متحدہ معاشیاتی اعتبار سے اگر کہیں تو اب بھی یورپ کی محض نوآبادی ہے - علاوہ ازیں اس زمرے میں وہ پرانے باغات بھی آ جاتے ہیں جن میں غلامی کے خاتمے سے سابقہ حالات قطعی بدل گئے ہیں - صفحہ ۶۵

۷۱ - جدید آبادکاری کے موضوع پر ویکفیلڈ کی چند جھلکیوں کی فطری طرز حکومت کے حامی میرابو پیرے اور اس سے بھی بہت پہلے انگریز معاشیات دانوں نے مکمل پیش بینی کرلی تھی - صفحہ ۶۷

۷۲ - بعد میں یہ بین‌الاقوامی مقابلے بازی کی جدوجہد میں ایک عارضی ضرورت بن گئی۔ لیکن نیت خواہ کچھ ہو، نتائج وہی رہتے ہیں۔ صفحہ ٦۷

۷۳ - ''نیگرو نیگرو ہوتا ہے۔ بعض صورت حالات میں وہ ایک غلام بن جاتا ہے۔ سوت کاتنے کی مشین کتائی کی مشین ہوتی ہے۔ صرف بعض صورتوں میں ہی وہ سرمایہ بن جاتی ہے۔ ان صورت حالات کے علاوہ وہ اس سے زیادہ سرمایہ نہیں ہوتا جتنا کہ سونا بطور خود زر ہوتا ہے، یا شکر قیمت ہوتی ہے شکر کی... سرمایہ پیداوار کا ایک سماجی رشتہ ہوا کرتا ہے۔ یہ پیداوار کا ایک تواریخی تعلق ہوتا ہے۔'' (کارل مارکس ''لوھنار بائٹ انڈ کیپٹال''۔ این۔ آرایچ۔ زیڈ۔ شمارہ ۲٦٦، ۷ اپریل، ۱۸۴۹ء۔) صفحہ ٦۷

۷۴ - ای۔ جی۔ ویکفیلڈ: ''انگلستان اور امریکہ''، جلد دوئم، صفحہ ۳۳۔ صفحہ ٦۷

۷۵ - کتاب مذکورہ صدر، صفحہ ۱۷۔ صفحہ ٦۸

۷٦ - کتاب مذکورہ صدر، صفحہ ۱۸۔ صفحہ ٦۹

۷۷ - کتاب مذکورہ صدر، صفحات ۴۲ — ۴۴۔ صفحہ ٦۹

۷۸ - کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۵۔ صفحہ ۷۰

۷۹ - ''آبادکاری کا عنصر بننے کےلئے زمین نہ صرف غیرآباد بلکہ مشترکہ ملکیت ہونی چاہئے جس کو نجی ملکیت میں تبدیل کیا جا سکے۔'' (کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۱۲۵۔) صفحہ ۷۰

۸۰ - کتاب مذکورہ صدر، جلد اول، صفحہ ۲۴۷۔ صفحہ ۷۰

۸۱ - کتاب مذکورہ صدر، صفحات ۲۱، ۲۲۔ صفحہ ۷۱

۸۲ - کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۱۱٦۔ صفحہ ۷۲

۸۳ - کتاب مذکورہ صدر، جلد اول، صفحہ ۱۳۱۔ صفحہ ۷۲

۸۴ - کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۵۔ صفحہ ۷۲

۸۵ - میری ویل ''آبادکاری اور نوآبادیوں پر لیکچر،،۔ لندن، ۱۸۴۱ء، جلد دوئم، صفحات ۲۳۵ — ۳۱۴، جابجا۔ نرم مزاج، آزاد تجارت کے حامی، عامیانہ معاشیات داں، مولیناری تک کہتے ھیں: ''جن نوآبادیوں میں غلام رکھنے کے نظام کو ختم کر دیا گیا ھے لیکن بیگار کی جگہ آزاد محنت اتنی ھی مقدار میں حاصل نہیں کرسکی ھے، وھاں، جو کچھ ھم روزانہ اپنی آنکھوں کے سامنے ھوتے ھوئے دیکھتے ھیں، اس کا بالکل الٹا ھوتا ھے۔ وھاں ھم یہ پاتے ھیں کہ عام مزدور الٹے پیش رو صنعت کاروں کا استحصال کرنے لگتے ھیں اور پیداوار کے معقول حصے سے بہت زیادہ مانگنے لگتے ھیں۔ باغوں کے مالک چونکہ اپنی شکر اتنے اونچے داموں پر نہیں بیچ پاتے، جن سے کہ بڑھی ھوئی مزدوری کا پڑتا پورا ھو سکے، اس لئے ان کو مجبور ھوکر اسے پہلے اپنے منافع میں سے اور پھر اپنے اصل زر میں سے پورا کرنا پڑتا ھے۔ اس طرح باغوں کے بہت سے مالک ایک دم برباد ھو گئے۔ دوسروں نے بربادی سے بچنے کے لئے شکر بنانے کے اپنے کارخانے بند کر دئے ھیں... اس میں تو شک نہیں کہ آدمی کی کئی پیڑھیوں کے برباد ھو جانے کی بہ‌نسبت بہتر یہ ھے کہ جمع پونجی ضائع ھو جائے۔،، (کیا دریا دلی ھے، مسٹر مولیناری کی!) ''لیکن اس سے بھی بہتر کیا یہ نہیں ھوتا کہ پونجی بھی جوں کی توں رھتی اور انسان بھی زندہ رھتے؟،، (مولیناری، کتاب مذکورہ صدر، صفحات ۵۱، ۵۲) مسٹر مولیناری، مسٹر مولیناری! اگر یورپ میں ''پیش رو صنعت کار،، مزدور کے جائز حصے میں اور جزائر غرب الہند میں مزدور پیش رو صنعت کار کے حصے کو کم کرسکتا ھے تو پھر دس احکام الٰہی کا، موسی اور پیغمبروں کا، رسد اور طلب کے قانون کا کیا ھوتا ھے؟ اور ذرا یہ تو بتائیے یہ ''جائز حصہ،، کیا ھے جو خود آپ کے قول کے مطابق یورپ میں سرمایہ‌دار روز ادا کرنے میں کوتاھی کرتا ھے؟ وھاں، نوآبادیوں میں تو جہاں مزدور اتنے ''سادہ‌لوح،، ھیں کہ

سرمایہ‌دار کا ''استحصال،، کرتے ھیں، مسٹر مولیناری کی تو زبردست خواھش یہ ھوتی ھے کہ رسد اور طلب کے قانون کو جو اور جگہ تو خودبخود کام کرتا ھے، بذریعہ پولیس صحیح ڈگر پر لے آئیں - صفحہ ۷۳

۸۶ - ویکفیلڈ، کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۵۲ - صفحہ ۷۳

۸۷ - مذکورہ صدر کتاب، صفحات ۱۹۱، ۱۹۲ - صفحہ ۷۳

۸۸ - مذکورہ صدر کتاب، جلد اول، صفحات ۴۷، ۲۴۶ - صفحہ ۷۴

۸۹ - ''تو آپ کا کہنا یہ ھے کہ زمین اور سرمائے پر کچھ افراد کی نجی ملکیت کا ھی یہ نتیجہ ھے کہ جس آدمی کے پاس اپنے ھاتھوں کے سوا اور کچھ نہیں ھے، اسے بھی کام مل سکتا ھے اور وہ اپنی زندگی بسر کرسکتا ھے... میں آپ سے کہتا ھوں کہ بات اس کی الٹی ھے - زمین پر کچھ لوگوں کی نجی ملکیت کا ھی یہ نتیجہ ھے کہ کچھ ایسے لوگ ھیں جن کے پاس اپنے ھاتھوں کے سوا اور کچھ نہیں ھے... جب آپ کسی آدمی کو خلا میں بند کر دیتے ھیں تب آپ اس کے لئے ھوا پانا ناممکن کر دیتے ھیں - جب آپ زمین پر قبضہ کر لیتے ھیں، تب بھی آپ یہی کرتے ھیں... آپ انسان کو ایک ایسی خلا میں بند کر دیتے ھیں جس میں ذرا بھی دولت نہیں چھوڑی گئی ھے، اور یہ آپ اس لئے کرتے ھیں کہ وہ آدمی ھمیشہ آپ کی خواھش کا غلام رھے - ،، (کولنس ''لاایکنومی پولی‌تیک، سورس ریوالوسیوں ایتدے یوتوپی پریتاندو سوسیالستے،، پیرس، ۱۸۵۷ء، باب سوئم، صفحات ۲۶۸ — ۲۷۱، جابجا -) صفحہ ۷۴

۹۰ - ویکفیلڈ، کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ ۱۹۲ - صفحہ ۷۵

۹۱ - کتاب مذکورہ صدر، صفحہ ۴۵ - صفحہ ۷۵

۹۲ - جیسے ھی آسٹریلیا نے اپنے قوانین خود بنانے شروع کر دئے،

ظاهر ھے کہ اس نے ایسے قوانین منظور کئے جو نوآباد لوگوں کے لئے موافق تھے، لیکن انگلستانی حکومت زمین کو لٹانے کی جو کارروائیاں کرچکی تھی وہ راستے میں حائل ھیں - ''۱۸٦۲ء کے نئے قانون اراضی میں جو چیز سب سے پہلے اور خاص طور پر پیش نظر رکھی گئی ھے اس کا مقصد لوگوں کے آباد ھونے کے لئے سہولتوں میں اضافہ کرکے انھیں مہیا کرنا ھے - ،، (''وکٹوریہ کا قانون اراضی،، از عزت مآب سی - جی - ڈفی، وزیر برائے اراضیات عامہ، لندن، ۱۸٦۲ء -) صفحہ ۷۷

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکرگذار ھوگا اگر آپ ھمیں اس کتاب کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں - اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دےسکیں تو ھم ممنون ھوں گے -

ھمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار، نمبر ۲۱، ماسکو، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR

Карл Маркс

ГЕНЕЗИС КАПИТАЛА

На языке урду